ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

47

www.tanzeem.org

3 تا 9 دسمبر 2013ء/28 محرم الحرام تا 4 صفر المظفر 1435ھ

اس شمارے میں

مرگ بر............؟

فحاشی وعریانی کا طوفان

یہ چراغ بُجھا یا نہ جائے گا

ڈرون حملے، دھرنا......

شیعہ سنی مفاہمت......مگر کیسے

سوال تو ریاست کے اسلامی ہونے کا ہے؟

بانئ پاکستان: قائداعظمؒ

انسدادِ سود کے حوالے سے پیش رفت

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

ظلم کا سرچشمہ

’’تاریخ میں انسانوں نے جو مختلف سیاسی نظام آزمائے ہیں ان کے نتائج بتاتے ہیں کہ حکمرانی کو اصل آفت جو لے ڈوبتی ہے وہ ظلم ہے۔ ظلم کا سرچشمہ استبداد و آمریت ہوتا ہے۔ استبداد و آمریت یہ ہے کہ حکمرانوں کے دلوں سے کسی ایسی پہرہ دار طاقت کا خوف اٹھ جائے جو ان کی عظمت سے بھی عظیم تر ہو، ان کی قوت سے بھی قوی تر ہو اور ان کے اثر و نفوذ سے بھی زیادہ مؤثر اور کارگر ہو۔ اِس کے نتیجے میں ان کے اندر سرکشی کا طوفان ابل پڑتا ہے۔ وہ صرف اسی ’شریعت‘ کی پابندی کرتے ہیں جسے وہ خود بناتے ہیں۔ وہ کسی ایسی قانون ساز اتھارٹی کے آگے سرنگوں نہیں ہوتے جس کا اقتدار ان کے اقتدار سے بالاتر ہو۔ نہ قوم کا مجموعی ارادہ ان کے آگے بند باندھ سکتا ہے اور نہ رعیت کی حریت کے لئے قائم کوئی دیوار ان کی جولانیوں کو محدود کرسکتی ہے۔ وہ تمام اخلاقی اور قانونی تقاضے پامال کردیتے ہیں۔ سطوت و عصبیت کے بے لگام جذبات کے سوا ان کے دامن میں کوئی قدر باقی نہیں رہتی۔

اگر ہم گزشتہ اقوام کے حالات کا عمیق مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ربانی ہدایت کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے وہ ظلم و جور کا لقمہ بنیں۔ اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر انہوں نے خواہش نفس کی پیروی کی اور اپنی سرکشی کی بدولت وہ طاغوت کی حکمرانی کے پھندے میں آ گئیں۔ اس کے مقابلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ انسانیت کو تکریم عطا کرتا ہے اور انسان پر اپنی وہ رحمت وعنایت فرماتا ہے، جس سے انسان کی ترقی و آبادی میں اضافہ ہوتا ہے اور نجات وفلاح کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ بھیجے، کتابیں نازل کیں جو انسانوں کی صلاح وفلاح کے لئے دساتیر حیات اور سنگ ہائے میل بنتی رہیں۔‘‘

اسلامی نظام

ڈاکٹر عباسی مدنی

الھدیٰ (589)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الحِجر

(آیات:10تا15)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ فِیۡ شِیَعِ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۱۱﴾ کَذٰلِکَ نَسۡلُکُہٗ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۲﴾ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَقَدۡ خَلَتۡ سُنَّۃُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوۡ فَتَحۡنَا عَلَیۡہِمۡ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوۡا فِیۡہِ یَعۡرُجُوۡنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوۡۤا اِنَّمَا سُکِّرَتۡ اَبۡصَارُنَا بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٌ مَّسۡحُوۡرُوۡنَ ﴿۱۵﴾

آیت ۱۰ ﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ فِیۡ شِیَعِ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۰﴾﴾ ''اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے تھے' پہلی جماعتوں میں۔''

شِیَع' شِیۡعَۃ کی جمع ہے اور اس کے معنی الگ ہو کر پھیلنے والے گروہ کے ہیں۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں کی نسلیں بڑھتی گئیں تو ان کے قبیلے اور گروہ علیحدہ ہوتے گئے اور یوں تقسیم ہو کر روئے زمین پر پھیلتے گئے۔ اردو الفاظ ''اشاعت'' اور ''شائع'' بھی اسی مادہ سے مشتق ہیں' چنانچہ ان الفاظ میں بھی پھیلنے اور پھیلانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

آیت ۱۱ ﴿وَمَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۱۱﴾﴾ ''اور نہیں آیا ان کے پاس کوئی بھی رسول' مگر وہ اس کے ساتھ استہزا ہی کرتے رہے۔''

آیت ۱۲ ﴿کَذٰلِکَ نَسۡلُکُہٗ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۲﴾﴾ ''اسی طرح ہم اس کو چبھو دیتے تھے مجرموں کے دلوں میں۔''

حق کی دعوت اپنی تاثیر کی وجہ سے ہمیشہ مخاطبین کے دلوں میں اتر جاتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ انبیاء کی دعوت کو ٹھکراتے رہے' وہ اس کی حقانیت کو خوب پہچان لینے کے بعد ٹھکراتے رہے۔ اس لیے کہ حق کو حق تسلیم کرنے سے اُن کے مفادات پر زد پڑتی تھی۔

آیت ۱۳ ﴿لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَقَدۡ خَلَتۡ سُنَّۃُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۳﴾﴾ ''(تو اے نبی ﷺ!) یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور پہلے لوگوں کی سنت گزر چکی ہے۔''

انبیاء و رسل کے مخاطبین کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے۔ جس طرح ہم نے اپنے رسول محمد ﷺ پر یہ ''الذکر'' نازل کیا ہے اسی طرح پہلے بھی ہم اپنے رسولوں پر کتابیں اور صحیفے نازل کرتے رہے ہیں' مگر ان کی قوموں کے لوگ اکثر انکار ہی کرتے رہے۔

آیت ۱۴ ﴿وَلَوۡ فَتَحۡنَا عَلَیۡہِمۡ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوۡا فِیۡہِ یَعۡرُجُوۡنَ ﴿۱۴﴾﴾ ''اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول بھی دیتے اور وہ اس پر چڑھنے لگتے۔''

آیت ۱۵ ﴿لَقَالُوۡۤا اِنَّمَا سُکِّرَتۡ اَبۡصَارُنَا بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٌ مَّسۡحُوۡرُوۡنَ ﴿۱۵﴾﴾ ''تب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری تو نظر بندی کر دی گئی ہے' بلکہ ہم پر تو جادو کر دیا گیا ہے۔''

فرمان نبویؐ

امانت کی حفاظت

عَنۡ اَبِیۡ ہُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ بَیۡنَمَا ﷺ یُحَدِّثُ اِذۡ جَاءَ اَعۡرَابِیٌّ فَقَالَ مَتَی السَّاعَۃُ؟ قَالَ: ((اِذَا ضُیِّعَتِ الۡاَمَانَۃُ فَانۡتَظِرِ السَّاعَۃَ)) قَالَ: ((کَیۡفَ اِضَاعَتُہَا؟)) قَالَ: ((اِذَا وُسِّدَ الۡاَمۡرُ اِلٰی غَیۡرِ اَہۡلِہٖ فَانۡتَظِرِ السَّاعَۃَ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیان فرما رہے تھے کہ اس اثنا میں ایک اعرابی (بدوی) آیا اور اس نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب (وہ وقت آجائے کہ) امانت ضائع کی جانے لگے تو اس وقت قیامت کا انتظار کرو۔ اس اعرابی نے عرض کیا کہ امانت کیسے ضائع کی جائے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب معاملات نا اہلوں کے سپرد کیے جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔''

تشریح: ہماری اردو زبان میں ''امانت'' کا مفہوم بہت محدود ہے۔ لیکن قرآن و حدیث کی زبان میں اس کا مفہوم بہت وسیع ہے اور یہ اپنے اندر عظمت اور اہمیت بھی لیے ہوئے ہے۔ ہر عظیم اور اہم ذمہ داری کو ''امانت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر ہم کوئی چھوٹی یا بڑی ذمہ داری کسی نا اہل کے سپرد کر دیں گے تو یہ امانت کی اضاعت ہے۔ ہمیں امانت کی حفاظت کا حق ادا کرنا چاہیے، تاکہ ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

مرگ بر......؟

ایران اور P5+1 کے درمیان ایران کے متنازعہ جوہری پروگرام کو محدود کرنے کا ابتدائی معاہدہ طے پایا گیا ہے۔ P5 سے مراد سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ارکان امریکہ‘ روس‘ برطانیہ‘ فرانس اور چین ہیں۔ ان کے علاوہ چونکہ جرمنی بھی مذاکرات میں شامل تھا جو کہ سلامتی کونسل کا مستقل رکن نہیں ہے اس لیے اسے 1+ کا نام دیا گیا ہے۔ یوں دنیا کے ان چھ ممالک نے‘ جو عسکری اور معاشی لحاظ سے دنیا میں ٹاپ پر ہیں‘ ایران سے جنیوا میں مسلسل پانچ روز مذاکرات کیے اور چھ ماہ کے لیے ایک معاہدہ طے پا گیا‘ جو عبوری اور ابتدائی معاہدہ ہے۔ اس توقع کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ ایک مستقل معاہدے کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ اس معاہدے کے مطابق ایران کو اپنی ایٹمی سرگرمیاں محدود کرنا ہوں گی۔ وہ یورینیم کی افزودگی پانچ فیصد سے زائد نہ کرنے کا پابند ہوگا اور اس ابتدائی معاہدے کی تکمیل تک یعنی 6 ماہ میں اپنے یورینیم کے 20 فیصد ذخائر ناکارہ بنا دے گا۔ آراک کے مقام پر بھاری پانی کے جوہری منصوبے پر کام روک دیا جائے گا۔ ایران سیکیورٹی کونسل کے ان تمام ریزولوشن کو‘ جنہیں وہ ماضی قریب تک غیر قانونی اور ناانصافی پر مبنی قرار دیتا تھا‘ اب تسلیم کر لے گا۔ علاوہ ازیں IAEA (انٹرنیشنل ایٹمک انرجی ایجنسی) نے ایران کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں ماضی اور حال میں جو اعتراضات اٹھائے تھے ان سب کو تسلیم کرے گا۔ اس میں وہ ریزولوشن بھی شامل ہوگا جس میں ایران کے ایٹمی پروگرام کی اس جہت پر بھی سوال اٹھایا گیا تھا‘ جو اس پروگرام کی ممکنہ فوجی نوعیت سے متعلق ہے۔ ایران کسی قسم کے نئے سینٹری فیوجز نصب نہیں کر سکے گا۔ کسی سینٹری فیوجز کو یورینیم کی افزودگی کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا۔ نتانز میں نصب سینٹری فیوجز میں سے آدھے اور فورڈو میں نصب سینٹری فیوجز میں سے تین چوتھائی کو آپریٹ نہیں کر سکے گا، اور جن کو آپریٹ کرنے کی اجازت ہوگی ان میں سے بھی کسی کو یورینیم کی افزودگی کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا۔ سینٹری فیوجز کی پیداوار کو خراب مشینوں کی تبدیلی کے حوالے سے استعمال کیا جا سکے گا۔ اضافی افزودگی کے حوالے سے کوئی تعمیراتی کام نہیں کر سکے گا۔ IAEA کو اجازت ہو گی کہ ان طے شدہ امور کے حوالے سے اس کے انسپکٹر روزانہ کی بنیاد پر چیکنگ کر سکیں گے۔

یہ ہے جنیوا میں طے پا جانے والا معاہدہ، جس پر پاکستان کے سیکولر عناصر خوشی سے جھوم اٹھے ہیں اور انہوں نے ادھم مچا رکھا ہے۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ پاکستان بھی ہوش کے ناخن لے اور ایران کی طرح زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے خیالی دنیا سے باہر نکلے اور دنیا میں تنہا رہ جانے کی بجائے دنیا کے ساتھ چلنا سیکھے وغیرہ وغیرہ۔ ہم ایران اور P5+1 کے مابین معاہدے پر تو صرف اتنا تبصرہ کریں گے کہ ایران نے تو اپنے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے خود کو فی الحال صرف زنجیروں میں جکڑ لیا ہے۔ لیبیا نے تو اپنے ایٹمی پروگرام سے متعلق ہر شے کو جہاز میں لاد کر امریکہ اور یورپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا‘ لیکن بچ وہ پھر بھی نہ سکا اور اس سپردگی کے چند سال بعد اسے تہس نہس کر دیا گیا۔ اگرچہ ایران کا معاملہ کچھ مختلف ہے۔ عرب دنیا کے حکمرانوں کی گردنیں دبوچنے کے لیے اور سنی شیعہ محاذ کو گرمانے کے لیے ایران کا زندہ رہنا ضروری ہے۔ ایران کے حوالہ سے یہ ابتدا ہے، مستقل معاہدے میں ایسا شکنجہ کسا جائے گا کہ آنے والے وقت میں ایران مرگ بر .... تو کہے گا‘ لیکن اس کے آگے امریکہ یا اسرائیل کے نام نہیں پکارے جائیں گے۔ البتہ

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 دسمبر 2013ء جلد 22
28 محرم الحرام تا 4 صفر المظفر 1435ھ شمارہ 47

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

سعودی عرب اور پاکستان جیسے ممالک کے نام ہو سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خیمے والے نے اونٹ کو جو سر خیمے کے اندر کرنے کی اجازت دی ہے اب وہ اونٹ کو مکمل طور پر خیمے کے اندر داخل ہونے سے کسی صورت نہیں روک سکے گا۔ امریکی مطالبات جو شیطان کی آنت تک بڑھتے چلے جائیں گے، نتیجہ میں ایران بالآخر خواہی نخواہی پاکستان اور سعودی عرب بلکہ عرب خطے کے حوالے سے امریکی عزائم کی تکمیل میں امریکہ کا معاون و مددگار بنے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ اسرائیل کی سلامتی کے تحفظ پر آنچ آنے کے حوالے سے امریکہ اور اسرائیل کسی صورت یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایران ایٹمی قوت بنے‘ وگرنہ ایران امریکہ اور ایران اسرائیل کے مابین کوئی اور جھگڑا بلکہ اختلاف بھی نہیں تھا۔ ہمارے نزدیک ایران امریکہ کشیدگی اور جنگ کی باتیں محض بڑھک بازی تھی۔ اسرائیل کو ایران سے حقیقی خطرہ ہوتا تو مشہد یہودیوں کی آماجگاہ نہ ہوتا۔ ابھی تو اصفہان سے وہ دجال برآمد ہونے والا ہے جس سے ہر زمانے میں انبیاء نے پناہ مانگی ہے۔ ہمیں یہ تاریخی حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ جب جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کا بول بالا ہوا تو ایران جو وقت کی سپر پاور تھا اس نے اسے غبارِ راہ جانا‘ لیکن جب یہ طوفان کی صورت اختیار کر گیا اور وقت کی سپر پاور ایران کو تہس نہس کر دیا تو ایرانی مسلمان تو ہو گئے لیکن دل سے کسک نہ جا سکی کہ اس دین نے ہماری دنیوی شان و شوکت اور عظمت کو مٹی میں رول دیا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قبل از اسلام عرب کی عجم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ایرانی علی الاعلان یہ کہتے تھے کہ عرب اگر کوئی اونچ نیچ کرنے کی جرأت بھی کرتے تھے تو ہم اپنی سرحد کے کاشتکاروں کو کہہ دیتے تھے‘ وہ عربوں کا دماغ درست کر دیتے تھے‘ ان کے خلاف فوجی کارروائی کرنا ہم اپنی توہین سمجھتے تھے۔ ایران فتح ہونے کے بعد بھی عالم اسلام کو ایرانیوں کے ہاتھوں بہت چرکے لگے۔ ماضی بعید کو چھوڑیں‘ ماضی قریب میں شہنشاہ ایران رضا شاہ پہلوی نے اپنا ڈھائی ہزار سالہ جشن منا کر ثابت کیا کہ ان کی دلچسپی اور ان کا قلبی تعلق اپنے نسب اور ایرانی وطنیت سے ہے‘ دین و مذہب سے نہیں۔

ہم تقریباً چھ ہفتے قبل یہ تحریر کر چکے ہیں کہ ایران اور امریکہ ظاہری طور پر بھی جلد قریب آ جائیں گے اور امریکہ ایران کو پاکستان کے خلاف یقیناً استعمال کرے گا۔ 1977ء میں جب تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے پاکستان کی صورت حال غیر یقینی ہو گئی تھی، تب ایران بلوچستان کے بارڈر پر فوجیں لے آیا تھا کہ مرتے ہوئے پاکستان کے جسد کا ٹکڑا (بلوچستان) ہڑپ کر جائے۔ آج جب پاکستان کی سلامتی کو 1977ء سے کہیں زیادہ شدید خطرات لاحق ہیں‘ ایران اس لالچ میں اب کیوں نہ آئے گا اور امریکہ کے لیے یہ مہنگا سودا نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اسرائیل کا تحفظ امریکی خارجی و عسکری پالیسی کا بنیادی محور ہے۔ وہ کسی امریکی ریاست سے زیادہ اسرائیل کے تحفظ کا خواہش مند ہے یا ایسی پالیسی بنانے پر مجبور ہے۔ لہٰذا پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کا خاتمہ امریکہ کے لیے پہلا اور اہم ترجیحی مسئلہ ہے۔

اسرائیل تو 1967ء میں جب پاکستان ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے قریب بھی نہیں پہنچا تھا، سرکاری سطح پر کہہ چکا ہے کہ عرب نہیں، پاکستان ہمارا دشمن ہے۔ لہٰذا ہم اپنے نام نہاد لبرل اور سیکولر طبقے سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایران کی راہ نہ دکھائیں۔ ایک کالم نگار تو اس حد تک آگے نکل گئے ہیں‘ فرماتے ہیں: ’’کاش افغانستان میں بھی کوئی روحانی ہوتا‘‘ تو ہم انہیں اس کے سوا کیا جواب دے سکتے ہیں کہ اے کاش ایران میں بھی کوئی ملا عمر ہوتا‘ لیکن یہ ممکن نظر نہیں آتا۔ نہ جانے کیوں؟ شاید اس لیے کہ ایران کی تاریخ اس کی گواہی دینے سے قاصر ہے۔ بہر حال ایران نے اپنے آج کی خاطر اپنا کل تباہ و برباد کر لیا ہے۔

پریس ریلیز 29 نومبر 2013ء **حافظ عاکف سعید**

ایران نے جوہری منصوبے پر معاہدہ کر کے امریکا اور یورپ کے سامنے سر جھکا دیا ہے

عالم اسلام کو جدید ٹیکنالوجی سے تہی دامن رکھنا اغیار کی عسکری پالیسی کا محور ہے

پاکستان نے ایران کی طرح اپنے ایٹمی ہتھیاروں سے دستبرداری اختیار کی تو اس کا پیدائشی دشمن بھارت کسی صورت اسے معاف نہیں کرے گا

ایران نے جوہری منصوبے پر معاہدہ کر کے امریکا اور یورپ کے سامنے سر جھکا دیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں سیکولر عناصر ایران کے اس فیصلے پر بغلیں بجا رہے ہیں اور پاکستان کو بھی ایران کی پیروی کرنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لیبیا نے اپنی ایٹمی پونجی امریکا اور یورپ کے حوالے کر دی تھی لیکن وہ پھر بھی مغرب کی جارحانہ یلغار سے بچ نہ سکا۔ لہٰذا ایران کا معاملہ کس طرح مختلف ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ عالم اسلام کو جدید ٹیکنالوجی سے تہی دامن رکھنا اغیار کی خارجی اور عسکری پالیسی کا محور و مرکز ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو ایران کی پیروی کرنے کا سبق دینے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ ایران کے ہمسائے میں اس کا کوئی دشمن نہیں جبکہ پاکستان اگر اپنے ایٹمی ہتھیاروں سے دستبرداری اختیار کرتا ہے تو اس کا ازلی اور پیدائشی دشمن بھارت کسی صورت پاکستان کو معاف نہیں کرے گا اور پاکستان کے لیے اپنا دفاع کرنا آسان نہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ کوئی ملک منت سماجت سے اپنے ملک کی سرحدوں کو محفوظ نہیں بنا سکتا۔ اگرچہ پاکستان کی حفاظت اللہ کرنے والا ہے۔ بہر حال ماضی میں بھارت پاکستان پر حملہ آور صرف اس لیے نہ ہو سکا کیونکہ اُسے پاکستان کی طرف سے جوابی ایٹمی حملہ کا خطرہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ آج تک دو ایٹمی ممالک میں جنگ نہیں ہوئی اگر عراق اور افغانستان کے پاس ایٹمی ہتھیار ہوتے تو امریکہ کبھی حملہ کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ انہوں نے اس مقولہ کو صد فی صد درست قرار دیا کہ اگر امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو۔ حقیقت میں جنگی تیاری ہی امن کی ضامن ہوتی ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

فحاشی وعریانی کا طوفان اور ہماری بے حسی

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 22 نومبر 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(خطبۂ مسنونہ اور آیات قرآنی (الاعراف 26 تا 31) کی تلاوت کے بعد)

حضرات محترم! ابھی آپ نے سورۃ الاعراف کا تیسرا رکوع سماعت فرمایا۔ اس میں معاشرتی زندگی کے حوالے سے ایک بہت بڑے منکر —— فحاشی وعریانی —— کا ذکر ہے۔ تنظیم اسلامی آج کل انسداد فحاشی کے لئے خصوصی مہم چلا رہی ہے۔ تنظیم کی دعوت یہ ہے کہ اپنے وجود پر اور خود اپنے گھر میں اسلام نافذ کرو، دین پر انفرادی طور پر عمل کے ساتھ اُسے دوسروں تک پہنچاؤ۔ پھر یہ کہ دین قیام کے لئے جدوجہد کرو۔ انفرادی زندگی میں اسلام پر عمل کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں بگاڑ اور منکرات کے خاتمہ کی جدوجہد ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں سٹیٹ کی ذمہ داری الگ ہے۔ اُسے تو قوت کے ساتھ ان کا خاتمہ کرنا ہے، البتہ ایک مسلمان کی انفرادی سطح پر بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے گھر کے اندر اور اپنے دائرہ اختیار میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرے۔ لوگوں کو زبان سے نیکی کی تلقین کرے، انہیں نصیحت کرے اور انہیں منکرات سے منع کرے۔ جو شخص یہ کام نہیں کرتا وہ دینی اعتبار سے بہت بڑا مجرم ہے۔

اس وقت ہمارے معاشرے میں پائے جانے والے بڑے بڑے منکرات جن کا تعلق پورے سسٹم سے ہے، تین ہیں۔ بالعموم ان کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ ہم چھوٹے چھوٹے معاملات میں تو بڑی حساسیت کا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر بڑے بڑے منکرات کی طرف یکسر دھیان نہیں ہوتا۔ اس وقت اللہ کی زمین پر سب سے بڑا منکر غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی نظام ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ملک میں 95 فیصد سے زائد مسلمان بستے ہیں، مگر یہاں اللہ کا دین قائم نہیں ہے، جس کی وجہ سے منکرات پھیلتے جا رہے ہیں۔ غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی ہر نظام شیطانی اور ابلیسی نظام ہے۔ ایسے نظام میں ابلیسیت پھیلتی چلی جائے گی۔ ہمارے ہاں اللہ کے قانون کی بجائے انگریز کا قانون چلتا ہے۔ عدالتوں میں فیصلے قرآن وسنت کی بنیاد پر ہونے کی بجائے 1935ء کے انڈیا ایکٹ کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس طرز عمل اور روش کو کیا نام دیا جائے؟ اسلام کی بجائے انگریزوں کے قانون کی عمل داری اللہ کے دین سے غداری کے مترادف ہے۔ افسوس کہ آج ہمیں یہ غداری نظر نہیں آتی۔ اس پر کہیں مساجد میں بھی بات نہیں ہوتی۔ دوسرا بڑا منکر جو ہمارے ہاں پورے طور پر رائج ہے وہ سودی معیشت ہے۔ سود اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کے مترادف ہے، مگر ہم یہ جنگ دھڑلے سے جاری رکھے ہوئے ہیں اور ہمیں احساس ہی نہیں ہے۔ حدیث کے مطابق سود کے گناہ کے سو (یا ستر حصے) ہیں۔ سب سے کم تر گناہ اس کے برابر ہے کہ آدمی اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ تیسرا بہت بڑا منکر جو توانا سے توانا تر ہوتا جا رہا ہے اور جس کا تعلق ہماری معاشرتی زندگی سے ہے، وہ فحاشی اور عریانی ہے۔ ہمارے ہاں بے حیائی کا سیلاب آیا ہوا ہے۔

فحاشی وعریانی کے فروغ میں سب سے نمایاں کردار ہمارے میڈیا کا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا بالخصوص اور پرنٹ میڈیا بالعموم بے حیائی اور عریانیت کو عام کر رہا ہے۔ میڈیا کا اصل کام خبریں دینا اور لوگوں کے خیالات کا ابلاغ ہے، مگر وہ فحاشی وعریانی کو پروموٹ کر رہا ہے۔ ہمارے ہاں جس طرح سماجی اقدار سے متصادم ٹی وی پروگرام، حیا سوز مناظر اور اخبارات میں ننگی تصاویر کی اشاعت کا اہتمام ہوتا ہے، وہ دراصل گھروں کے اندر سانپ اور بچھو داخل کرنے کے مترادف ہے۔ بے حیائی کا یہ سیلاب روز افزوں ہے، مگر اُسے روکنے کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔ تنظیم اسلامی جو آگاہی منکرات کے حوالے سے شعور بیدار کرنے کی غرض سے بڑے بڑے شہروں اور محلوں کی سطح پر مظاہروں کا اہتمام کرتی ہے، ان دنوں خاص طور پر فحاشی وعریانی کے خاتمہ کے لئے ایک خصوصی دستخطی مہم چلا رہی ہے۔ مقصد ہے کہ حکمرانوں تک یہ عوامی مطالبہ پہنچایا جائے کہ فحاشی کا ہر سطح پر خاتمہ کیا جائے۔ آپ اس تحریک کا حصہ بنیں۔ ہم سب مل کر حکومت کو توجہ دلائیں کہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے فحاشی اور بے حیائی کا جو سیلاب آ رہا ہے، اس کو روکا جائے۔ ہم اُسے ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ خبروں اور معلومات کے لئے ٹی وی دیکھنا ہی پڑتا ہے، مگر ہم نہیں چاہتے کہ ہماری اولاد کے ذہن خراب ہوں۔ لہٰذا چینلوں کے ذریعے فحاشی کا جو زہر پھیلایا جا رہا ہے، پیمرا اس کو روکے۔ اگر عوام کی طرف سے پُرزور صدائے احتجاج بلند ہوگی تو ہو سکتا ہے کہ حکمرانوں کے کانوں پر کوئی جوں رینگے۔ اگر ہم فحاشی و بے حیائی کو یونہی برداشت کرتے رہیں گے، تو یہ سیلاب اور تباہی لائے گا اور اخلاق باختگی کا سلسلہ اور بھی بڑھتا چلا جائے گا۔ اس وقت بھی بات یہاں تک آ پہنچی ہے کہ فحاشی و عریانی کے حوالے سے جو کچھ مغرب میں ہو رہا ہے، وہ سب کچھ یہاں بھی ہو رہا ہے۔ گندگی اور بے حیائی کے سارے وسائل ہمارے ہاں بھی دستیاب ہیں اور انہیں ایک درجے میں قبولیت بھی حاصل ہو رہی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے اس کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی جائے۔ آج مجھے اسی پہلو سے سورۃ الاعراف کے تیسرے رکوع کی روشنی میں گفتگو کرنا ہے۔

سورۃ الاعراف کے دوسرے رکوع ہی سے قصۂ آدم وابلیس شروع ہو جاتا ہے۔ ابلیس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اُس کا ایک ہی مشن ہے کہ انسان کو ورغلا کر اللہ کی نافرمانی پر آمادہ کرے اور اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے۔ شیطان کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے ساتھ جہنم میں جائیں، جنت میں نہ جا سکیں۔ وہ جن ذرائع سے وہ انسان کو ورغلاتا ہے ان میں ایک بہت مؤثر ذریعہ فحاشی اور عریانی ہے۔ فحاشی شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ وہ انسان کو بے لباس کرنا چاہتا ہے۔ آج فحاشی و بے حیائی اور عریانی ایک نارمل رویہ بنتا جا رہا ہے۔ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ اب والدین بھی جن کے ذمہ اولاد کی تربیت کی ذمہ داری ہے اپنی جوان بچیوں کو کالج کی تقریبات میں لڑکوں کے ساتھ ڈانس کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، تو اس پر بہت خوش ہوتے ہیں اور دوسروں کو فخر سے بتاتے ہیں کہ دیکھو، میری بیٹی ڈانس کر رہی ہے۔ آج کے انسان کا المیہ یہ ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو حیوان کے

مساوی قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے، حیوان کسی لباس وغیرہ کے قائل نہیں ہیں، لہٰذا اس فکر کی بنا پر انسان میں بھی بے لباسی اب ایک نارمل رویہ بنتی جا رہی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ عورت جو چھپانے کی چیز تھی، اس کو سب سے زیادہ بے حجاب کر دیا گیا ہے۔ خواتین کے لیے مستورات کا لفظ آتا ہے۔ مستور چھپی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ عورت جو عربی زبان کا لفظ ہے کے معنی بھی چھپائے جانے کے لائق چیز کے ہیں۔ افسوس کہ آج مستورات کو مکشوفات بنا کر رکھ دیا گیا، برہنہ کر دیا گیا ہے۔ مرد تو پھر بھی ساتر لباس پہنتے ہیں، مگر عورتیں لباس پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں۔ یہ سب ابلیس کی پلاننگ کا نتیجہ ہے۔ دنیا میں ابلیس کے سب سے بڑے ایجنٹ یہود ہیں۔ انہوں نے انسان کو اس حال تک درجہ بدرجہ پہنچایا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے بڑی محنت کی ہے۔ شیطان اور اُس کے ایجنٹوں کی محنت اور منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے کہ آج لباس صرف اور صرف فیشن کی خاطر رہ گیا ہے۔ فیشن پرست خواتین کے ذہنوں میں لباس کا مقصد ہی یہ رہ گیا ہے کہ مردوں کو زیادہ سے زیادہ اپنی جانب مائل کرے۔ یہی مقصد بے لباسی کا بھی ہے۔ لہٰذا لباس پہننا، نہ پہننا برابر ہو گیا۔

اصولی طور پر جان لیجئے کہ اگر ہم اپنے آپ کو حیوانات کے برابر لا کھڑا کریں گے پھر تو برہنگی کے حوالے سے سوچ درست قرار پائے گی، کیونکہ جانور لباس نہیں پہنتے تو انسان ساتر لباس کیوں پہنے۔ لیکن یاد رکھیے، انسان حیوان نہیں، اشرف المخلوقات ہے۔ اگرچہ اُس کے اندر پورا حیوان بھی موجود ہے، حیوان کے سارے جبلی تقاضے موجود ہیں۔ مثلاً بھوک، جنسی خواہش، غصہ، انتقام، آگے بڑھ کر دوسرے کا حق چھیننا وغیرہ لیکن حیوانی تقاضوں کے ساتھ اُس کے اندر ایک اور چیز بھی موجود ہے، جسے مادی دنیا کے انسان نے نظر انداز کر دیا ہے۔ اور وہ چیز روح ربانی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (۲۹)﴾ (الحجر) ''جب اس کو درست کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔''

انسان روح اور جسم سے مرکب ہے۔ جسم کا تعلق عالمِ خلق سے ہے، لہٰذا اُسے ہم کسی قدر سمجھ سکتے ہیں، مگر روح عالمِ امر کی شے ہے، جبکہ ہمارا ذہنی سانچہ عالمِ خلق اور زمان و مکان کی حدود کا پابند ہے، لہٰذا روح تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ ہم اِس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (۸۵)﴾ (بنی اسرائیل) ''اور وہ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ وہ میرے پروردگار کی ایک شان ہے اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔''

روح کے مظاہر انسان کے اندر شرافت، دوسروں سے ہمدردی، خدمتِ خلق اور حیا وغیرہ کی صورت میں موجود ہیں۔ اسی روح ربانی کی وجہ سے انسان مسجود ملائک بنایا گیا۔

اگر انسان کی یہ حقیقت بھلا دی جائے، اور ہم اُسے روح و جسم کا مرکب سمجھنے کی بجائے صرف حیوانی سطح کی ایک مخلوق سمجھیں، تو شیطان اس صورتحال سے بھرپور فائدہ اُٹھائے گا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ شیطان نے انسان کو بے حیائی اور فحاشی و عریانی کی راہ پر لگا دیا ہے۔ ذہنیتیں اس قدر مسخ ہو چکی ہیں کہ آج اس کو کلچر اور ثقافت کا نام دے دیا گیا۔ اِسے نارمل رویہ قرار دیا جانے لگا ہے۔ اگر آپ کسی دوسرے کے حقوق پر جھپٹیں گے تو لوگ بہر حال کہیں گے کہ یہ زیادتی ہے، لیکن حیوانیت اور عریانیت کے جو مظاہر آج ہمارے سامنے آ رہے ہیں اُن پر کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ فحاشی و عریانی تو گویا انسانی ترقی کا ایک تسلسل ہے۔ حالانکہ یہ ترقی نہیں مقامِ انسانیت سے گرنے کا مظہر ہے حیا انسانی زندگی میں نہایت اہم وصف ہے۔ یہ انسانیت کی سرحد ہے، جس کے اُس پار حیوانیت ہے۔ جب حیا چلی جائے تو انسان حیوان بن جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم میں حیا نہ رہے تو پھر جو چاہو کرو۔ حیا کا خاتمہ انسانیت کا خاتمہ ہے۔ حیا انسان اور حیوان کے درمیان دبیز پردہ ہے۔ یہ پردہ ہٹ جائے تو انسان حیوان بن جاتا ہے۔ شراب اسی لئے حرام کی گئی ہے کہ وہ حیا کے اس پردے کو اٹھا دیتی ہے، جس سے حیوانیت اور بہیمیت کے راستے کھل جاتے ہیں۔ بہرکیف بے حیائی حیوانیت کا اظہار ہے اور اپنے آپ کو دائرہ انسانیت سے نکال دینے کے مترادف ہے۔ حیا سے تہی انسان انسانی روپ میں حیوان ہوتا ہے۔ وہ عملاً دائرہ انسانیت سے نکل کر حیوانوں کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے: ﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (۱۷۹)﴾ (الاعراف: ۱۷۹) ''ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں۔ اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ (بالکل) چار پایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

میں نے آپ کے سامنے جو آیات تلاوت کی ہیں، اُن میں شیطان کے اصل ہتھیار فحاشی کا تذکرہ ہوا ہے، جس کے ذریعے وہ لوگوں کو پھانستا اور راہِ حق سے ہٹاتا ہے۔ آیئے، ان آیات کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ (۲۶)﴾

''اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اُتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت دے اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں۔''

جب ابلیس نے حضرت آدمؑ و حواؑ کو ممنوعہ پھل کھانے پر آمادہ کر لیا تو اس کے نتیجے میں اُن کے جنت کے کپڑے اُتر گئے۔ شیطان کی بات ماننے سے برہنگی ہوگئی، اور اُن پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ یہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو لباس کا سامان بھی فراہم کیا ہے، جس کا بنیادی مقصد پردہ داری اور ستر پوشی ہے۔ جانور کو لباس کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر یہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ کیونکہ جانور کے برعکس انسان میں حیا کا مادہ ہے۔ اُس کے اندر پوشیدہ چیزوں کو چھپانے کا فطری داعیہ ہے۔ لڑکیوں میں تو حیا کا عنصر اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ان کا تو اصل زیور ہی حیا ہے۔ لباس سے دوسرا مقصد زیب و زینت ہے۔ یہ انسان کی آرائش کا ذریعہ بھی ہے۔ لیکن آرائش کا مطلب اپنے نسوانی اعضاء کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنا نہیں۔ جیسا کہ فیشن پرست عورتوں کا شیوہ ہے۔ آج کل کی عورتیں کپڑے پہنے ہوئے بھی برہنہ ہوتی ہیں۔ جن چیزوں کو مستور کرنا اصل مقصود ہے، باریک کپڑے اور لباس کی مخصوص بناوٹ سے ان کو نمایاں کر دیا جاتا ہے۔ آج کل یہ فیشن بن گیا ہے۔ یہ فیشن نہیں، پاگل پن کی انتہا اور شیطنت کا ننگا ناچ ہے مگر مردوں کی عقلوں پر پردے پڑ چکے ہیں۔ ہمارے دین کی تعلیم یہ ہے کہ لباس ساتر ہو۔ خواتین ستر کو ڈھانپنے کے علاوہ اپنے نسوانی اعضاء پر بھی کپڑا ڈالیں۔ جب وہ گھر سے باہر نکلیں تو پردے اور حجاب کے ساتھ ہوں۔ بن سنور کر باہر نہ نکلیں۔ عورت کا بناؤ سنگھار اصلاً اپنے شوہر کے لئے ہے۔ آج یہ ساری اقدار الٹی ہو چکی ہیں۔ آیت کے آخر میں یہ بھی بتا دیا کہ لباس سے اگرچہ ستر اور زینت مقصود ہے، لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ سب سے اہم شے دلوں کا تقویٰ ہے۔ سب سے عمدہ لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ اگر تقویٰ کا لبادہ ہوگا تب ہی ہر چیز کے اندر نکھار آئے گا۔ پھر تمہارا ہر عمل نکھر جائے گا، اور انسانیت کا اعلیٰ نمونہ ہوگا۔ آگے فرمایا:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (۲۷) ﴾

''اے بنی آدم (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں بہکا نہ دے، جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) بہشت سے نکلوا دیا اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دیئے، تا کہ ان کے ستر ان کو کھول کر دکھا دے۔ وہ اور اس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔''

یعنی شیطان کا اصل کام انسان کو بے لباس کرنا ہے۔ اس کام میں وہ اکیلا نہیں ہے۔ اس کے بے شمار گماشتے بھی ہیں جو غیر محسوس انداز سے آدمی پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی سوچ آدمی کی سوچ کا حصہ بن جاتی ہے۔

﴿ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۲۷) ﴾

''ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے ہیں۔''

وہ لوگ جو آسمانی ہدایت کو نہیں مانتے، صحیح معنوں میں ایمان نہیں رکھتے، اللہ شیطانوں کو ان کا دوست اور ساتھی بنا دیتا ہے۔ اور شیطان انہیں اپنی مرضی کے قالب میں ڈھال لیتا ہے۔

آگے فرمایا:

﴿ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۲۸) ﴾

''اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے ہم کو یہی حکم دیا ہے۔ کہہ دو کہ اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا۔ بھلا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔''

یعنی بُرائی اور بے حیائی کے کام مثلاً مرد وعورت کا برہنہ طواف کرنا، جو ان آیات کی شانِ نزول ہے، جن سے فطرت سلیمہ نفرت کرتی ہے، اللہ ایسے کاموں کی تعلیم نہیں دیتا۔ وہ تو پاکی اور حیا کا سرچشمہ ہے۔ ایسے گندے کاموں کا حکم کیسے دے سکتا ہے۔ اصل میں بے حیائی کی تعلیم دینے والے تو وہ شیاطین ہیں جنہیں مشرکین مکہ نے اپنا دوست بنا رکھا ہے۔ دیکھو، تمہارے سب سے پہلے ماں باپ کو بھی شیطان نے فریب دے کر بے لباس کرایا، اس پر وہ شرم وحیا کے مارے بدن پر درختوں کے پتے لپیٹنے لگے۔ معلوم ہوا کہ برہنگی شیطان کی طرف سے ہے اور ستر پوشی آدمؑ کی طرف سے۔ پھر تمہارا برہنہ طواف پر باپ دادوں کی سند لانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ کس قدر بے حیائی کی بات ہے کہ جو کام شیطان کی طرف سے ہو رہا ہے، تم اُس کے متعلق یہ کہو کہ ہمیں اللہ نے اس کا حکم دیا ہے اور یہ کہ برہنہ ہو کر طواف کرنا اللہ کو زیادہ پسند ہے۔

﴿ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ (۲۹) ﴾

''کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رخ کیا کرو۔ اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اسی کو پکارو۔ اس نے جس طرح تم کو ابتدا میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم پھر پیدا ہو گے۔''

اللہ تعالیٰ نے تو ہر کام میں عدل وقسط اور اعتدال پر قائم رہنے اور افراط وتفریط سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ خالصتاً اُس کی بندگی بجا لاؤ اور آخرت کے محاسبہ کا ہر وقت دھیان رہے۔ وہ بھلا فواحش کا حکم کیسے دے سکتا ہے۔

﴿ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۳۰) ﴾

''ایک فریق کو اس نے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہو چکی۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنا لیا اور سمجھتے (یہ) ہیں کہ یہ ہدایت یاب ہیں۔''

یعنی اللہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے انسانوں کو جو ہدایت دی، اُس سے لوگوں کے ایک گروہ نے تو فائدہ اُٹھایا اور دوسرے گروہ نے اُسے رد کر کے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا ساتھی بنا لیا۔ اُن کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ پھر بھی یہ سمجھتے رہے کہ وہ راہِ ہدایت پر ہیں۔ فحاشی وعریانی اور سیکولرازم کو اپنا کر بھی یہ خیال کرتے رہے کہ اُن کا طرزِ زندگی ہی درست ہے۔ وہ جن فکری نجاستوں اور شرم وحیا سے عاری سرگرمیوں میں ملوث ہوئے، اُن کے بارے میں یہ سمجھتے رہے کہ وہ تو کلچر کا حصہ ہے۔ اِن میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (۳۱) ﴾

''اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے تئیں مزین کیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اُڑاؤ کہ اللہ بے جا اُڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

اُن لوگوں کے رد میں جو کعبہ کا برہنہ طواف کرتے اور جو ایامِ حج میں گھی چکنائی، بکری کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کرتے اور اسے تقویٰ سمجھتے تھے، فرمایا کہ لباس جس میں تمہارے بدن کی ستر پوشی اور زینت ہے، وہ عبادت کے وقت دوسرے اوقات سے بڑھ کر قابلِ استعمال ہے۔ اور یہ تم جو ایامِ حج میں بعض چیزیں کھانا چھوڑ دیتے ہو تو یہ تقویٰ نہیں ہے۔ کھاؤ پیو، البتہ اسراف نہ کرو۔ جنسی جذبہ کو بھی اللہ تعالیٰ ہی نے نسلِ آدم کی افزائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اس اسکیم کا حصہ ہے، لیکن اس ضمن میں جائز راستہ اختیار کرو اور حد سے مت نکلو۔ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

آج فحاشی وعریانی کا شیطانی ایجنڈا پوری دنیا میں قوت سے نافذ کیا جا رہا ہے۔ یو این او کے تحت اُس کے تمام رکن ممالک پابند ہیں کہ اس شیطانی ایجنڈے کو آگے بڑھائیں۔ اس ایجنڈے کے تحت عصمت فروشی ہرگز قابلِ نفرت شے نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک طرح کی مزدوری ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ عصمت فروشی کو اس انداز سے دیکھنا کہ یہ جرم ہے اور قابلِ دست اندازیٔ پولیس ہے، صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اُن ساری چیزوں کو عام کیا جا رہا ہے، جو خاندانی زندگی کو نہایت مشکل بنا دیں۔ ظاہر ہے، خاندانی زندگی جتنی مشکل سے مشکل تر ہو گی اسی قدر بے حیائی کے زیادہ راستے کھلیں گے۔ اسی عالمی ایجنڈے میں یہ بھی ہے کہ ہر ادارے میں خواتین کو بھی لازماً ملازمت دی جائے۔ آپ کی اسمبلی کے اندر عورتوں کا مخصوص کوٹہ ہونا چاہیے۔ اس نکتے پر ہمارے فوجی آمر پرویز مشرف نے دنیا میں سب سے بڑھ کر عمل کیا ہے۔ دنیا میں کہیں بھی اسمبلی میں خواتین کی نشستوں کی شرح اتنی نہیں ہے، جتنی ہمارے ہاں ہو گئی ہے۔ عجیب بات ہے کہ اِسے ترقی کا نام دیا جا رہا ہے، حالانکہ یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ اس کے ذریعے شیطنت اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ خاندان تباہ ہو رہے ہیں۔ بے حیائی، عریانی، فحاشی بڑھ رہی ہے اور زنا آسان اور عام ہو رہا ہے۔ یہ روش اپنے آپ کو مقامِ انسانیت سے گرا کر شیطان کے حوالے کر دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس خوفناک اور تباہ کن راستے پر چلنے سے بچائے۔ اگر ہم واقعی مسلمان ہیں تو ہمیں فوری طور پر اس راستے سے پلٹنا ہو گا۔ آیئے، یہ فیصلہ کریں کہ ہم اپنے دائرہ کار میں فحاشی کے خاتمہ کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے اور فحاشی کے انسداد کے لئے حکومتی ایوانوں تک بھی اپنی آواز پہنچائیں گے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

امریکی کیکر پر محبت اور دوستی کی نرم و نازک انگور کی بیل انگور کی بیٹی کے عاشق نے چڑھائی تھی، نتیجتاً آج پاکستان کا ہر خوشہ زخمایا پڑا ہے۔ہم روز اول سے ''نیچوں'' کی آشنائی سے منع کرتے رہے۔قرآن کے پہلے صفحے کی آخری آیات 32 مرتبہ ایک دن میں (نمازی) دہراتے ہیں۔ اللہ نے مغضوب اور ضالین کے اس مجموعے سے بچنے کی دعا مانگنی سکھائی تھی۔اب جو زخم زخم، چیتھڑا چیتھڑا، لہولہو ہوئے پڑے ہیں تو عجب کیا ہے۔ ڈرون حملے؟ اتنے پڑے ڈرون کہ آسان ہو گئے۔ وہ مدارس پر گرتے ہیں، غریب قبائلیوں پر گرتے ہیں، ہائی فائی سکولوں یا ڈیفنس پر تو گرتے نہیں جو مسئلہ ہوتا، لہٰذا ہم منہ پھیر لیتے ہیں۔اس پر ہم نے بے حیائی کو پہنچی ہوئی ''لکڑ ہضم پتھر ہضم'' ڈھٹائی دکھائی، بلکہ ان سے تعاون کیا ہے تو وہ سینکڑوں میں برسے ہیں۔تاہم اس وقت بہت بڑا خوفناک، المناک، شرمناک، ہولناک سانحہ مسجد تعلیم القرآن کا ہے۔ اب ہمیں دجالی جنگ کے اتحادیوں نے شام کا ذائقہ چکھایا ہے۔شام کے تمام درندگی کے مظاہر یکا یک ایک مسجد پر مدرسے اور مارکیٹ پر کئی ڈرونوں سے بڑھ کر خون آشامی دکھا کر غائب ہو گئے۔تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو۔خنجر کے داغ، دامن کی چھینٹ دُھلنے کے پیشگی انتظام موجود تھے۔شہر میں کرفیو، میڈیا پر خود اختیاری کرفیو! دس گیارہ لوگوں کی شہادت پر کرفیو کی کیا ضرورت؟ ؏ جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا۔ہسپتال کا عملہ، چشم دید گواہ، گنجان آبادی، جلی ہوئی 160 دوکانوں کے متاثرین، سوشل میڈیا پر حقائق، کیا کیا چھپائیں گے؟ وزیراعظم نہ جانے کیوں صرف لاؤڈ سپیکروں پر الزام دھرتے رہے۔ کرفیو لگا کر بہ عجلت لاشیں ادھر ادھر بھجوانے نے بھی شکوک وشبہات کو جنم دیا۔ذمہ داری کا مظاہرہ علماء کی طرف سے ہوا کہ انہوں نے لال مسجد سے مماثل سانحے کو آگ بھڑکانے کے لئے استعمال نہ کیا۔ خاموش ہو گئے، پی گئے! ملالہ کی رائی کا پہاڑ بنانے والا میڈیا، جو اس کے لئے ہفتہ بھر بین کرتا، آگ بھڑکاتا، اشتعال دلاتا، شعلے زبان و بیان سے اگلتا رہا۔ دو دن 'ذمہ دارانہ' رویے کے نام پر برپا شدہ قیامت پر اندھا، بہرا، گونگا بن گیا؟ بشارالاسد، حزب اللہ کے جتھوں نے شامی مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا بس وہی سب کچھ بلا بن کر معصوم بچوں، چند میسر خواتین اور بچیوں، نمازیوں پر سے گزر گیا۔ (حکومت توجہ ہٹانے کو مشرف کیس یکا یک لے آئی!) میڈیا کی دھواں دھار یت، بریکنگ نیوز کی گھن گرج، ٹھا، ڈز، فشوں اس سانحے پر سناٹے میں بدل گئی؟ ' دو گروہوں کے تصادم، کی تکرار رہی۔ نہتے نمازیوں اور بچوں پر وحشیانہ حملہ دو گروہوں میں تصادم کے عنوان سے پیش کیا جاتا رہا۔میڈیا اپنے مخصوص، جانبدارانہ رویوں سے اعتبار کھو رہا ہے۔ اسی لئے لوگ سوشل میڈیا کا سہارا لے رہے ہیں۔فرقہ واریت کے نام پر حقائق چھپائے نہیں جاسکتے۔ یہ پلاننگ نہایت منظم اور مؤثر تھی۔ چند کلومیٹر پر فوجی ہیڈکوارٹر پورے لاؤ لشکر سمیت ہو۔ دارالخلافہ، پارلیمنٹ، قصرِ صدارت و وزارتِ عظمیٰ کی ناک کے نیچے، پولیس، فوج، رینجرز، ایلیٹ فورس، دہشت گردی کے خلاف منظم کردہ نت نئے جتھے سب بت بنے رہ جائیں۔ 5 گھنٹے سیکیورٹی نہ ہو؟

کیا ہماری ڈوبتی معیشت اس کی متحمل ہوسکتی ہے کہ مذہبی رسومات کے نام پر ملک بھر کو سال میں کئی مرتبہ، کئی دن معطل کر کے رکھ دیا جائے۔عوام دم سادھے سراسیمہ ان چند دنوں میں اپنی اور املاک کی حفاظت کے لئے متردد رہیں۔سڑکیں، کاروبارِ زندگی، امتحانات معطل، پوری سیکیورٹی انتظامی مشینری بمع ہیلی کاپٹروں کے ناقابلِ برداشت اخراجات اور اکھاڑ پچھاڑ سے ہو گزرے؟ اگر علماء کا تدبر، صبر اور تحمل اس وقت حالات کو نہ سنبھالتا تو خانہ جنگی کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا۔ یہی دشمن کا مطمح نظر بھی تھا۔لائقِ صد تحسین ہے لواحقین کا صبر وضبط۔ ہزاروں متاثرین جو عمروں کی کمائی اور اثاثے کھو بیٹھے، روزگار کے لئے ٹھیلے کے قابل بھی نہ رہے۔وہ تاجر چاہتے تو شہر جلا ڈالتے۔ مسجد، مدرسے اور مارکیٹ کی تعمیرِ نو اور تاجروں کی مالی دادرسی حکومت کا فرضِ اولین ہے۔ رہا مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانا تو حکومتوں کے دعوے، وعدے ہوا ہو جانے کی شہرت رکھتے ہیں۔ اب یہ ناگزیر ہے کہ حکومت مضبوط فیصلہ کرے اور ان تمام رسومات کو اپنی عبادت گاہوں کے احاطوں میں محدود کرے۔ پوری قوم کی سلامتی، معیشت اور امن وسکون کو یرغمال بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ کیا ظلم ہے کہ ملک میں کئی مقامات پر (مع ماڈل ٹاؤن لاہور) سیکیورٹی کے نام پر لوگوں کو نماز جمعہ کی ادائی کے لئے مسجد تک رسائی نہ دی گئی۔

اس ہولناکی سے دھیان بٹانے کو ڈرون حملے بڑھتے بڑھتے اب خیبر پختونخوا تک آ پہنچے۔ یہ حملہ ٹل میں کوہاٹ ایئر بیس سے چند سیکنڈ کے فضائی فاصلے پر ہوا ہے۔ دو دن سے منڈلاتے ڈرونز کے لئے ایبٹ آباد ہی کی طرح ہمارے راڈار اندھے بہرے رہے۔ اب ایف آئی آر کاٹی گئی ہے نامعلوم افراد کے نام۔! نامعلوم؟ اخباری رپورٹیں بتا چکی ہیں کہ فہرست (نشانوں کی) براہ راست اوباما پاس کرتا ہے۔ لہٰذا ایک نام تو معلوم ہے۔ دیگر مقامی ایجنٹ جن کے بغیر یہ حملہ ممکن ہی نہیں، وہ پتہ کروا لیجئے۔ ایف آئی آر مکمل ہے! دفاعی مشقوں میں ڈرون گرانے کا مصنوعی تماشا دل پشوری کے لئے لگایا جاسکتا ہے۔ ہمارے جہاز اپنی دموں سے رنگ برنگے دھوئیں چھوڑنے کا ایئر شو دبئی میں دکھا کر تالیاں بجوا سکتے ہیں۔ لیکن جہاں اپنے شہری، مساجد، مدارس دھواں دھواں، ملبے کا ڈھیر کر دیئے جائیں وہاں ہم منہ پھیر لیتے ہیں۔ برادر ملک انڈونیشیا کی غیرت دیکھئے (ان کے علاقے کا امریکہ یعنی) آسٹریلیا ان کی مواصلاتی جاسوسی کا مرتکب ہوتا ہے۔ انڈونیشیا اپنا سفیر فوراً واپس بلاتا ہے، معافی کا تقاضا کرتا ہے۔ آسٹریلیا کے معافی مانگنے سے انکار پر ان کے ساتھ جاری 2 مشترکہ دفاعی مشقیں منسوخ کرتا ہے اور اس کے شہری جنگی لباس پہن کر مکّے لہراتے آسٹریلیا کو جنگ کی دھمکی (اتنی سی بات پر!) دیتے ہیں۔ ہم نصیرالدین حقانی کے اسلام آباد میں پراسرار قتل، اتنے خونچکاں ماحول میں دیدہ دلیرانہ ڈرون حملے پر چپکے بیٹھے صرف ایک وزیر سے کچھ جذباتی کلام قوم کو سنوا دیتے ہیں۔ علاقائی امن و استحکام کے لئے پاک امریکہ ورکنگ گروپ کا اجلاس بحسن وخوبی ماتھے پر بل لائے

بغیر جاری رہتا ہے۔ اعلامیہ میں ہماری مغربی سرحدوں پر پاک امریکہ تعاون (ڈرون حملے؟) پر اطمینان کا اظہار کیا گیا! بھوٹان سے کمزور بے وقعت بے زبان ایٹمی پاکستان؟ جس کی مضبوط فوج اور فضائیہ کٹ مرنے کو تیار رہتی ہے۔ شہادت پر اٹھائے غلغلے دیکھئے اور حکومت کی امریکہ کے حضور بے بسی، کسمپرسی دیکھئے! تفو برتو اے چرخِ گرداں! تعلیم القرآن تا ڈرون حملہ۔ یہ ایک ہی کہانی کا تسلسل ہے۔ برصغیر کے علماء 1857ء کی جنگ آزادی اور کفر کے خلاف کشمکش میں توپوں سے داغے گئے، درختوں پر لاشیں لٹکائی گئیں، کالے پانی کاٹے۔ یہ افغانستان تا قبائل انہی کی موجودہ نسل ہے جسے صفحہ ہستی سے مٹانا ان کا خواب دیرینہ ہے۔ (دوسری جانب 1857ء کے غداروں کی نسل بھی ہے!) اللہ کی حکمرانی سے کم پر راضی نہ ہونے والا ہر مسلمان آج ہدف ہے۔ آج ایمان کے سارے سرٹیفکیٹ کفر سے ملتے ہیں۔ ہر وہ گروہ اور فرد کہ امریکہ، کفری حلقے جس کے درپے ہو جائیں وہ صاحب ایمان ہے، لائقِ مبارکباد ہے ہر وہ جس سے کفر مطمئن، راضی، اتحادی ہے وہ اپنی آخرت کی فکر کرلے! اس لئے کہ یا رب راضی ہوگا یا امریکہ! یا جنت کما لو یا ڈالر۔ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی، فارمولہ نہیں چلتا۔ ایک بات طے ہے۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!

ڈرون حملے، دھرنا ...... دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا

محبوب الحق عاجز
mehboobtnoli @gmail.com

ڈرون حملوں کے خلاف تحریک انصاف، جماعت اسلامی، دفاع پاکستان کونسل اور دیگر جماعتوں کا غیر معینہ عرصہ کے لئے دھرنا ملکی سرحدوں کی پامالی اور پاکستانی عوام کے بہیمانہ قتل عام کے خلاف پُرزور صدائے احتجاج ہے۔ تحریک انصاف کے قائد کے طرز سیاست، افکار و خیالات اور ماضی کے حالات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، مگر جس طرح انہوں نے عوامی جذبات کو زبان دی اور امریکی سربریت اور درندگی کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں، اُس پر ہر درد دل رکھنے والا پاکستانی انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

یہ بات پوری قوم کے لئے لمحہ فکر یہ ہے کہ جن امریکی ڈرون حملوں سے بے گناہ پاکستانی قبائلی بھائیوں اور بہنوں کے جسموں کے پرخچے اُڑ جاتے ہیں، اُن کی اجازت خود پاکستان کے حکمرانوں نے دی ہے، جو ملک کی سلامتی اور عوام کے جان و مال کے تحفظ کے ذمہ دار بنائے گئے۔ یہ بات اب کھلا راز ہے اور اس کی توثیق آئی ایس آئی کے سابق ڈائریکٹر جنرل تجزیاتی ونگ اور پرویز مشرف کے اُس وقت کے دست راست جنرل (ر) شاہد عزیز بھی کر چکے ہیں کہ پرویز مشرف نے 2004ء میں امریکی سی آئی اے کو ملک کے اندر جاسوسی کا جال پھیلانے کی اجازت دی اور بعدازاں امریکا سے ڈرون حملوں کے سلسلہ میں خفیہ معاہدہ کیا۔ یہ بات امریکی ذرائع ابلاغ اور ارکان کانگریس کے حوالے سے بھی کئی بار میڈیا میں آ چکی ہے۔ پرویزی عہد کے بعد پیپلز پارٹی کی حکومت بھی اس معاہدہ پر اس کی روح کے مطابق عمل پیرا رہی اور ملکی خود مختاری پر امریکی ڈرون یلغاریں ہنسی خوشی برداشت کرتی رہی۔ ''ڈرون پر احتجاج، ڈرون کی حمایت'' کی اُس منافقانہ پالیسی پر پورے حزم و احتیاط سے عمل کیا گیا، جو تاریخ میں ضمیر فروشوں، غداروں اور دین و ملک کے سوداگروں کا شعار رہی ہے۔ ریاست پاکستان کے سب سے اعلیٰ عہدے پر براجمان آصف علی زرداری نے ابن علقمی اور میر جعفر کا سا انداز اپناتے ہوئے مائک مولن سے یہ کہا تھا کہ ڈرون حملوں کے نتیجے میں اتفاقی نقصان (colleateral damage) پر فکر آپ کو ہوگی، ہمیں کوئی پریشانی نہیں۔ سابق وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کا بھی یہ بیان بہت پہلے مغربی میڈیا کے حوالے سے سامنے آ چکا ہے کہ ہم ڈرون حملوں پر احتجاج کرتے رہیں گے، آپ اس کی چنداں پروا نہ کریں، یہ حملے جاری رکھیں۔

موجودہ حکومت برسر اقتدار آئی تو یہ توقع کی جا رہی تھی کہ ڈرون حملوں پر اسٹینڈ لے گی۔ مسلم لیگی قائدین ایوانہائے اقتدار میں پہنچنے سے پہلے ان قاتلانہ حملوں کے خلاف بیانات دیتے آئے تھے۔ جس کی بنا پر عوام بجا طور پر یہ امید کر رہے تھے کہ نئی حکومت پاکستان کو امریکی جنگ سے نکالے گی اور ڈرون حملوں کے خلاف جراُتمندانہ موقف اپنایا جائے گا، مگر ع اے بسا آرزو کہ خاک شد۔ عوام کی امیدیں بر نہ آئیں۔ آج آپ لیگی قائدین اور رہنماؤں کے بیانات دیکھیں تو اُن میں اور سابق آمر کے بیانات میں ذرا برابر فرق دکھائی نہیں دیتا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ پاکستان کی سلامتی، اقتدار اعلیٰ اور مفادات کے محافظ نہیں بنائے گئے، بلکہ عوام نے انہیں اقتدار اس لئے سونپا ہے کہ وہ امریکا کی وکالت کریں اور امریکی زبان بولیں۔ آپ پرویز رشید سے لے کر رانا ثناء اللہ اور مشاہد اللہ، اسحاق ڈار سے لے کر رانا تنویر تک کے بیانات دیکھیں، آپ کو ہر جگہ زمینی حقائق کی آڑ میں کمزوری، بے بسی اور ناتوانی دکھائی دے گی۔ وہی بودی منطق اور وہی نامعقول استدلال آج بھی قوم کا منہ چڑاتا ہے جو پرویز مشرف اور اُس کے حواری پیش کیا کرتے تھے، یعنی امریکا بڑی طاقت ہے، ہم اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

ڈرون حملوں کے خلاف پی ٹی آئی کے دھرنا پر وزیر اطلاعات پرویز رشید گویا ہیں کہ عمران خان کی سیاست پاکستان کے مفاد میں نہیں، کیونکہ وہ پاکستان

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم ''پنڈی گھیپ'' میں عبدالرحمٰن نوید کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم ''پنڈی گھیپ'' میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7 نومبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب عبدالرحمٰن نوید کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تناظیم ''ملتان شمالی'' اور ''گلگشت'' میں تقرر امراء

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم ملتان شمالی کو دو حصوں (''ملتان شمالی'' اور ''گلگشت'') میں تقسیم کر کے ان تناظیم میں تقرر امراء کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجاویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 14 نومبر 2013ء میں مشورہ کے بعد مقامی تناظیم ملتان شمالی اور گلگشت کے لئے بالترتیب جناب مرزا قمر رئیس اور جناب شکیل اسلم کو امیر مقرر فرمایا۔

کے دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات خراب کرنے کی راہ پر گامزن ہیں۔ اگر ڈرون حملوں کے خلاف سیاست پاکستان کے خلاف ہے تو ڈرون حملوں کے موافق سیاست جو پہلے پرویز، زرداری اور اب پرویز رشید کر رہے ہیں، کیا وہ پاکستان کے مفاد میں ہے، جس کے نتیجے میں امریکا اب تک 378 بار ڈرون حملے کر کے آزاد اور خود مختار مملکت کی آزادی اور اقتدار اعلیٰ کی دھجیاں اڑا چکا، اور ہزاروں بے گناہ مرد وزن اور بچوں کو اپنی ریاستی دہشت گردی اور بدمعاشی کی بھینٹ چڑھا چکا ہے۔ اور اب تو بات قبائلی علاقوں سے بڑھ کر بندوبستی علاقوں تک آ گئی ہے۔ 22 نومبر کو ہنگو میں واقعہ مدرسہ پر حملہ کیا امریکا کا یہ کھلا پیغام نہیں کہ وہ پاکستان کے جس علاقے میں چاہے، حملہ کر کے اپنے دشمنوں کو نشانہ بنا سکتا ہے، جیسا کہ امریکا کا قانون اُسے کھلی اجازت دیتا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ دوسرے ملکوں سے تعلقات ہونے چاہئیں، مگر اس کی حدود و قیود ہوتی ہیں۔ ریاست کے دفاع اور تحفظ پر سمجھوتا اور سودے بازی کر کے تعلقات کی استواری آزادی کی دعویدار قوموں کا شعار نہیں ہو سکتی۔

وزیر دفاعی پیداوار رانا تنویر احمد عالمی برادری کی حمایت کے بغیر ڈرون حملوں کے حوالے سے امریکا کے مقابلے کو دانشمندی کے منافی قرار دیتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ نیٹو سپلائی پر یکطرفہ فیصلے سے عوام کو بھوکا نہیں مارنا چاہتے۔ جہاں تک دفاعی پیدار کے وزیر کی اس بات کا تعلق ہے کہ عالمی برادری کی حمایت کے بغیر امریکا سے مقابلہ دانشمندی نہیں، تو کیا وہ یہ باور کرا سکتے ہیں کہ ہمیں امریکا کے خلاف عالمی برادری کی حمایت کبھی حاصل ہو سکے گی۔ نائن الیون کے بعد اسلام کے خلاف امریکی جنگ میں ہم نے عالمی برادری کی حمایت اور امریکا کی خوشنودی میں کون سی کسر چھوڑی ہے، جواب پورا کر کے حکومت دنیا کو اپنا ہمنوا بنا لے گی۔ عالمی برادری جن مخصوص اسلام دشمن قوتوں کے مجموعے کا نام ہے، اُن کی رضا جوئی اور عالمی تنہائی سے بچنے کے لئے ہم نے کیا کچھ نہیں کیا۔ ہم نے اس عاقبت نا اندیشانہ سوچ کے تحت روشن خیالی کی آڑ میں اسلام کی جڑوں پر تیشہ چلایا۔ ملک کے دستور و قانون، تعلیم اور معاشرت سے اسلامی اقدار کو کھرچ کھرچ کر نکالا۔ ملک کی سرحدوں کی پامالی برداشت کی۔ ملک کو عالمی خفیہ اداروں بالخصوص سی آئی اے کی چراگاہ بنایا۔ افغان پالیسی میں یکسر تبدیلی کر کے اسلامی حکومت کے خاتمہ اور بے گناہ افغان مسلمانوں کے قتل عام میں امریکا کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کی۔ اپنی اقدار روایات و نظریات کی قربانی دی۔ وزیر موصوف کا یہ کہنا بھی محل نظر ہے کہ نیٹو سپلائی پر یکطرفہ فیصلہ کر کے عوام کو بھوکا نہیں مار سکتے۔ اُس سے اُن کا واضح اشارہ امریکی امداد کی طرف ہے۔ مانا کہ ڈرون حملوں کی مخالفت سے پاکستان کولیشن سپورٹ فنڈ کی مد میں ملنے والے 1 ارب 20 کروڑ ڈالر سے محروم ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اسے کیری لوگر بل کی مد میں 1 ارب 50 کروڑ ڈالر کی امداد سے ہاتھ دھونے پڑ سکتے ہیں۔ مگر یہ بھوکے مرنے والی کیا بات ہوئی؟ کیا ہمارا رازق اللہ نہیں، امریکا ہے؟ کیا قوموں کی زندگی دوسروں کی امداد (بھیک) کی مرہون منت ہوتی ہے؟ کیا دنیا میں وہ اقوام اور ممالک جنہوں نے امریکا کی مخالفت مول لی، بھوکے مر گئے۔ کیا لاطینی امریکا کے ممالک کے عوام آبرومندانہ زندگی بسر نہیں کر رہے ہیں، جن کے حکمران امریکا کے شدید مخالف ہیں۔ کیا امریکی امداد ہمارے (یعنی عوام کے) لئے آکسیجن کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں؟ اور سب سے بڑھ کر کیا ڈالروں کے عوض اپنی خود مختاری غیروں کے ہاں گروی رکھی جا سکتی ہے؟ کیا ضمیر فروش قبیلے کی نگاہ میں ریاستی اقتدار اعلیٰ کوئی معنی نہیں رکھتا کہ اسے حقیر مفادات کی خاطر قربان کر دیا جائے؟ کیا ڈالروں کی خاطر امریکا کو ملکی سلامتی پر حملوں اور اپنے عوام کے قتل کی کھلی اجازت دے دی جائے؟

لیگی بقراطوں سے عقل عام یہ پوچھنے کا حق بھی رکھتی ہے کہ پھر بھاری بھرکم فوجیں رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسلحہ اور ہتھیاروں کے انبار کیوں لگائے جائیں؟ جدید ٹیکنالوجی (حتیٰ کہ ایٹم بم) پر پانی کی طرح پیسہ کیوں بہایا جائے؟ جب پالیسی دشمن کے سامنے خود سپردگی ہے تو پھر یہ کھکھیڑ مول لینے کا کیا فائدہ۔ وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان کا یہ تجزیہ بالکل درست ہے کہ امریکا دوست کے روپ میں ہمارا دشمن ہے، اور اب ہمیں ڈالروں یا عزت نفس میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ لیکن یہ انتخاب تو کب کا ہو چکا۔ ہم بہت عرصہ پہلے ڈالروں کا انتخاب کر چکے ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ ڈالروں کو جھٹک کر عزت نفس کا انتخاب کب کریں گے۔

اے طائر لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

نیٹو سپلائی روٹس پر حریت پسند پاکستانی عوام کے دھرنے قوم کے ضمیر کی آواز اور آزادی کے تحفظ کے لئے عزم صمیم کا اظہار ہیں۔ ان دھرنوں سے ڈرون حملے ختم نہ بھی ہوئے تو امریکا کو نیٹو سپلائی کے حوالے سے مشکلات کا سامنا ضرور کرنا پڑے گا، جو پہلے ہی طالبان کی ایمانی ضربوں سے بدحال ہے۔ پھر ان سے قوم میں اپنی سلامتی کو محفوظ بنانے اور امریکی سربریت کے خلاف کھڑے ہونے کا جذبہ فروغ پائے گا، اور دنیا کو بھی یہ پیغام جائے گا کہ پاکستانی عوام ملکی خود مختاری کی پامالی اور بے گناہ لوگوں پر قافیۂ حیات تنگ کر دینے والی ڈرون یلغاروں کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں، جن سے اُن کی نسل کشی ہو رہی ہے۔ اس قضیہ کو سلامتی کونسل میں اُٹھانا سعیٔ لا حاصل ہوگی کہ وہاں بھی امریکا کی عملداری ہے۔ اگر ہم اسے عالمی عدالت انصاف میں اُٹھاتے ہیں، تو کیا ضروری ہے کہ جو قوم خود اپنا دفاع نہ کر سکے، اُسے عالمی عدالت انصاف فراہم کرے۔ مسئلہ کا حل ایک ہے، صرف ایک: اپنی آزادی و خود مختاری کے تحفظ کا پختہ عزم، ہر قیمت پر، ہر حال میں۔ حکومت ان حملوں کے خلاف راست اقدام کرے، اور ملکی سرحدوں اور خود مختاری کو پامال کرنے والے ڈرون طیارے مار گرائے۔ ورنہ پشاور سے کوئٹہ تک ڈرون حملے ملک کے اندر آگ لگا دیں گے۔ دنیا طاقت کی زبان سمجھتی ہے، اور بے بسی کے آشیانے ہواؤں میں بکھر جاتے ہیں۔ یاد رکھئے! پسپائی کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اس کا انجام بالآخر غلامی اور سسک سسک کر مرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسی قوم کو آزاد جینے کا حق دیتا ہے جو موت سے نہ ڈرتی ہو۔

دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا
زندگی موت ہے کھو دیتی ہے جب ذوق خروش

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر خاندان کی دو لڑکیوں عمریں 23, 24 سال اور تعلیم بالترتیب ایف اے، بی اے ہے، امور خانہ داری سے واقف کے لئے دینی مزاج کے حامل رشتے درکار ہیں۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0300-8885222

☆ ملتان میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی بہن تعلیم بی اے، بی ایڈ، عمر 23 سال کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ صرف والدین رابطہ فرمائیں۔

برائے رابطہ:

0321-6875257-0300-9639778

سانحۂ راولپنڈی اور

شیعہ سنی مفاہمت...... مگر کیسے؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مرتب: وسیم احمد

مہمانِ گرامی: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

سوال : حافظ صاحب! مدرسہ تعلیم القرآن کا واقعہ بہت بڑا سانحہ ہے، جس کے اثرات مختلف شہروں میں نظر آئے۔ آپ یہ بتائیں کہ یہ کسی ایک فرقے کی دوسرے فرقے پر باقاعدہ جارحیت تھی یا دو فرقوں کو آپس میں لڑانے کی سازش کی گئی ہے؟

حافظ عاکف سعید : یہ سوال کافی مشکل ہے۔ فی الوقت اس پر حتمی رائے دینا زیادہ مشکل ہے۔ عام طور پر کہا تو یہ جاتا ہے کہ تالی دو ہاتھ سے بجتی ہے۔ اب ان دو ہاتھوں میں ایک حصہ 99% ہے یا دونوں 50% ہیں، یہ ایک الگ ایشو ہے۔ سارے امکانات موجود ہیں۔ کچھ نہ کچھ غلطی دوسرے کی بھی ہوتی ہے۔ لیکن آج کل یکطرفہ کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ خاص طور پر ملک دشمن عناصر یکطرفہ کارروائی ہی کرتے ہیں، اور وہاں یہ اُصول بالکل بے معنی ہو جاتا ہے کہ تالی دو ہاتھ سے بجتی ہے۔ ان کا مقصد اشتعال پیدا کرنا ہوتا ہے۔ فی الحال یہی نظر آ رہا ہے کہ ایک فرقے نے دوسرے فرقے پر ظلم و زیادتی کے پہاڑ توڑے ہیں۔ اور یقیناً زیادتی بہت بڑے پیمانے پر ہوئی ہے، تب ہی تو کرفیو تک کی نوبت آئی۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے دوسری طرف سے بھی تھوڑی بہت اشتعال انگیزی کا معاملہ کیا گیا ہو۔ بہرحال یہ صورتِ حال انتہائی تشویشناک اور قابل افسوس ہے۔ ان واقعات کا سدباب حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حکومت نے اس واقعہ کی تحقیقات کے لیے عدالتی کمیشن بنا دیا ہے۔ اگر حکومت چاہتی ہے کہ ایسے واقعات کا اعادہ نہ ہو تو اس مسئلے کو اوّلین ترجیح دے۔ اس کمیشن کی رپورٹ پورے طور پر سامنے لائی جائے اور کوئی شے درپردہ نہ رکھی جائے، اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ملزموں کو بے نقاب کیا جاتا ہے، اور نہ انہیں سزا ہی دی جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے خرابی در خرابی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

سوال : اس سارے حادثے میں ایک بات ناقابل فہم ہے۔ اکثر ہم نے دیکھا ہے کہ ایسے فسادات کے موقع پر پولیس عموماً بھاگ جاتی ہے، لیکن یہاں دہشت گردوں کو پولیس نے اپنا اسلحہ یوں پکڑا دیا جیسے کوئی چیز پلیٹ میں رکھ کر پیش کی جاتی ہے۔ تخریب کاروں نے اس اسلحہ سے لوگوں کو شہید کیا، زخمی کیا اور بربریت کا مظاہرہ کیا، پھر آ کر پولیس کو اسلحہ واپس دے دیا اور پولیس نے بھی اسلحہ اپنے پاس رکھ لیا۔ کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ حالانکہ مجرموں کے فوٹو نیٹ اور اخبارات میں بھی آ چکے ہیں۔ ان تفصیلات سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

حافظ عاکف سعید : جو صورتِ حال آپ نے بیان کی وہ معاملے کی سنگینی اور شدت کو ظاہر کرتی ہے۔ واقعی جس قدر عجیب و غریب معاملہ ہوا ہے، اُس کی وجہ سے بہت سے شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہیں۔ دوسری طرف پولیس کی نااہلی ثابت ہو رہی ہے۔ پولیس کا اصل مقصد یہی ہے کہ وہ امن و امان قائم کرے۔ اگر اسلامی ریاست میں ایک پولیس کا سپاہی اس کام میں اپنی جان کا خطرہ مول لیتا ہے، زخمی ہوتا ہے یا اپنی جان گنوا بیٹھتا ہے تو بلاشبہ وہ بہت اُونچا مقام رکھتا ہے۔ آج کل وطنی قومیت کے حوالے سے بھی ایسا شخص وطن کا ہیرو شمار ہوتا ہے۔

سوال : عاشورہ کے روز اتفاق سے جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کے اجتماعات بھی ہو رہے تھے اور یہ واقعہ بھی ایک جامع مسجد کے سامنے ہی ہوا ہے۔ آپ کے خیال میں حکومت کو اس موقع پر کیا کرنا چاہیے تھا؟

حافظ عاکف سعید : یہ سانحہ انتظامیہ کی نااہلی کا ایک بہت بڑا مظہر ہے۔ اکثر مساجد میں دو بجے کے قریب جمعہ ختم ہو جاتا ہے۔ میری معلومات کے مطابق یہاں یہ طے تھا کہ جلوس اس مقام پر 3 بجے پہنچے گا، لیکن جلوس پونے دو بجے پہنچ گیا۔ ظاہر ہے یہ پولیس اور دیگر انتظامی اداروں کی ذمہ داری تھی کہ وہ جلوس کو پیچھے روک دیتے کہ آپ اپنے وقت پر گزریں، تاکہ جمعہ کا اجتماع ختم ہو جائے۔ اس صورت میں یہ انتہائی خونریز حادثہ پیش نہ آتا۔ یہ بہت بڑی انتظامی غلطی ہے۔ ضلعی انتظامیہ نے بھی غلطی کی اور حکومت نے بھی اس وقت معاملہ کو سنجیدہ نہیں لیا۔ جب پولیس ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دی گئی کہ جھگڑا شروع ہو گیا ہے تو ایس پی ٹریفک کو بھیج دیا گیا، حالانکہ ایس پی ٹریفک کا ایسے جھگڑوں میں کوئی کردار نہیں ہوتا۔ بہرحال وہ اپنے وائرلیس پر پیغام دیتا رہا، لیکن پیچھے کوئی نہیں آیا۔ آدھے گھنٹے کے بعد پولیس اس جگہ پہنچی۔ زیادہ نفری جو وہاں تعینات تھی وہ بھاگ گئی۔ یہ سارا معاملہ ان کی نااہلی کی وجہ سے بگڑا ہے۔

سوال : اس سارے معاملے میں آپ میڈیا کے رویہ کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

حافظ عاکف سعید : اُصولی طور پر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں میڈیا کا کردار کیا ہونا چاہیے۔ اسلامی معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حکومت کی اوّلین ذمہ داری ہوتی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ زبان سے لوگوں کو بتایا جائے اور ان کی ذہن سازی کی جائے۔ ان کو تعلیم دی جائے کہ کیا چیزیں منکرات اور کیا معروفات ہیں اور منکرات کی ترغیب کے کیا کیا شیطانی ہتھکنڈے ہیں۔ ان چیزوں کی ایجوکیشن اور ذہن سازی میڈیا کے ذریعے بھرپور طور پر ہونی چاہیے۔ اس کام کے لیے میڈیا اسلامی ریاست کا مؤثر ٹول ہے۔ اس کے بعد انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ منکرات کو سختی سے روکے۔ یہ لوگوں کا کام نہیں کہ اگر کسی جگہ غلط کام ہو رہا ہے تو اس عمارت کو منہدم کر دیا جائے اور وہاں کے لوگوں کی مار پیٹ شروع کر دی جائے۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ ایک فرد دوسرے کو زبانی طور پر تلقین کر سکتا ہے، سمجھا سکتا ہے۔ اس میں بھی حکمت اور مصلحت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ آغاز میں بالکل سختی نہیں ہونی چاہیے بلکہ نرمی ہونی چاہیے۔ البتہ ریاست کا کام یہ ہے کہ وہ منکر کو طاقت سے روکے اور اُسے جڑ سے اُکھاڑے۔ اسلام کا یہی اُصول ہے۔ لیکن ہماری ریاست میں جسے اسلامی ریاست کا نام دیا گیا ہے اس کے بالکل برعکس ہو رہا ہے۔ منکرات کے فروغ میں ہمارا میڈیا بڑھ چڑھ کر اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ ایسا محسوس

ہوتا ہے کہ اب شاید حکومت کے پاس بھی اختیار نہیں ہے کہ اس کو روک سکے؟ میڈیا کو بے لگام خود حکومت نے کیا ہے۔ اس لیے کہ ہم غلام ہیں۔ شیطانی قوتیں جو ہمارے سر پر چڑھی بیٹھی ہیں اور جنہیں ہم نے اپنا امام مان لیا ہے، یہ ان کے احکامات ہیں جن پر ہم عمل کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ کام جو اسلام کے اعتبار سے غلط ہے، میڈیا کے ذریعے آزادیٔ اظہار کے نام پر اس کو پروموٹ کیا جا رہا ہے۔ یہ معاشرہ کو حیوانیت کی طرف لے جانے والی بات ہے۔ اقبال نے کہا تھا ؎

ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

سوال: میڈیا نے ان فسادات کے حوالے سے بات کو بہت دبایا ہے۔ جب دوسرے شہروں میں بات پھیل گئی تب بھی میڈیا اس کی بہت تھوڑی سی خبر دیتا رہا ہے۔ اس معاملے میں آپ میڈیا کے کردار کو مثبت قرار نہیں دیں گے؟

حافظ عاکف سعید: اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اگر حکومت چاہے تو میڈیا کو کنٹرول کر سکتی ہے اور میڈیا والے بھی چاہیں تو مثبت کام کر سکتے ہیں۔ دونوں باتوں کا یہاں اثبات ہو رہا ہے۔ اگرچہ یہ رویہ مثبت ہے اور احتیاط پسندی کا مظہر ہے، کیونکہ اس طرح کے واقعات کی تفصیلات کا عوام کے اندر پھیلانا اور اشتعال انگیزی پیدا کرنا یقیناً ملک وملت کے لیے نقصان دہ ہے، تاہم یہ احتیاط ایک فرقے کے حوالے سے تو کی گئی جس پر بہت زیادتی ہوئی ہے لیکن دوسرے فرقے کے حوالے سے جب بھی اس طرح کا کوئی واقعہ ہوا ہے ہمارا میڈیا گلے پھاڑ پھاڑ کر اس واقعہ کو نشر کرتا رہا۔ وہاں پر بھی میڈیا کو خیال کرنا چاہیے کہ ان چیزوں کو کم سے کم کیا جائے۔ اگر ماضی میں اشتعال انگیزی پھیلانے کی بجائے یہی طریقہ اختیار کیا جاتا تو آج ملک کے اندر اختلاف وانتشار میں اتنا اضافہ نہ ہوتا۔

سوال: اس حوالے ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں بھی ہماری حکومتوں کا رویہ احساس کمتری کا رہا ہے۔ ہمارے ہاں اکثریتی مسلمانوں کو انصاف مہیا کرنے کے حوالے سے گریز کیا جاتا ہے۔ اس بات کو بڑا اعلیٰ اخلاقی تقاضا سمجھا جاتا ہے کہ دوسرے اقلیتی گروہ مثلاً عیسائیوں اور ہندوؤں وغیرہ کے ساتھ اگر کوئی زیادتی ہو جائے تو حکومت بڑھ چڑھ کر آگے آئے۔ یقیناً اقلیتوں اور چھوٹے فرقوں کے حقوق کی نگہبانی کرنی چاہیے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اکثریتی مسلمانوں کے تمام حقوق سلب کر دیں اور ان کا کوئی حق سمجھا ہی نہ جائے۔ کیا آپ اس تجزیے سے اتفاق کرتے ہیں؟

حافظ عاکف سعید: آپ کا تجزیہ حقیقت پر مبنی ہے۔ عملاً ایسے ہی ہو رہا ہے۔ اس کی شاید ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اقلیتی لوگ اپنے حقوق کے تحفظ کے معاملے میں زیادہ سرگرم اور حساس ہوتے ہیں اور اپنے مفادات پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ اکثریتی گروہ عام طور پر ان چیزوں سے غافل ہوتا ہے۔ یہ انسان کا نفسیاتی معاملہ بھی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اقلیتی فرقوں کے ساتھ ذرا سی بات ہو تو وہ خود شور مچانے میں زیادہ آگے ہوتے ہیں۔ دوسری چیز یہ کہ اس معاملے کو بین الاقوامی میڈیا فوراً اُٹھا لیتا ہے۔ ہمارے ملک میں دو طرح کی اقلیتیں ہیں: ایک غیر مسلم اقلیت ہے جیسے ہندو، عیسائی اور قادیانی وغیرہ۔ دوسرے مسلمان اقلیتی مسالک ہیں۔ غیر مسلم اقلیتوں میں اگر کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو جائے تو پوری دنیا ان کی حمایت کے لیے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ہماری حکومتیں بھی مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کرنے کی بجائے ہمیشہ اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہیں۔ وہی ظلم اگر ہمارے اکثریتی مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہو تو اس پر ہماری حکومت یا بین الاقوامی میڈیا کا وہ ردعمل نہیں ہوتا۔ لاہور میں کچھ عرصہ پہلے ایک بستی جلنے کا جو واقعہ ہوا تھا، یقیناً وہ قابل مذمت ہے۔ لیکن اس کے بعد اس کا جو ردّعمل آیا ہے وہ بہت زیادہ آؤٹ آف پروپورشن تھا۔ ہماری حکومت نے بھی مسلمانوں کو ہی دبایا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انصاف ہونا چاہیے لیکن ہماری حکومتیں غیروں کے دباؤ پر اپنے عوام کے ساتھ زیادتی اس لیے کرتی ہیں کہ ہم ایک اللہ کی غلامی کی بجائے کافروں کی غلامی کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب مسلمان اللہ کی غلامی سے نکل جائے تو اُسے ہزار طرح کی غلامی کرنی پڑتی ہے۔ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

ہم اس وقت عالمی صیہونی اور صلیبی قوتوں کے غلام ہیں۔ ہم ساری شیطانی قوتوں کے غلام ہیں۔ انڈیا کے سامنے بھی ہماری حالت غلاموں کی سی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ حاکم ہے اور ہم محکوم۔ یہ غیر اللہ کی غلامی نہ کرنے کے نتائج ہیں، جو آج ہم بھگت رہے ہیں۔

سوال: پاکستان میں اہل سنت اور اہل تشیع کے تنازعات اور جھگڑوں میں ہماری حکومتیں چھوٹے فرقوں کو ترجیح دیتی، ان کے حقوق کی زیادہ حفاظت کرتی اور ان کے معاملے میں زور دار ایکشن لیتی ہیں، تاکہ ان میں احساس کمتری نہ پیدا ہو۔ لیکن دوسرے فرقے کے معاملے میں بھی عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔ اِس صورتحال کے تناظر میں ایران میں (جہاں اہل تشیع کی اکثریت ہے اور اہل سنت اقلیت میں ہیں) کیا صورتِ حال ہے؟ وہاں کون سی فقہ رائج ہے؟

حافظ عاکف سعید: شاہ ایران کے خلاف تحریک کے نتیجے میں اُن کے تصور کے مطابق وہاں ایک اسلامی حکومت وجود میں آئی تھی۔ ایران میں اکثریت شیعوں کی ہے۔ لہٰذا انہوں نے فقہ جعفریہ نافذ کی۔ اگر اہل سنت کی چار فقہیں ہیں تو اہل تشیع کی بھی ایک فقہ ہے۔ وہ اس کا حق رکھتے ہیں کہ جہاں ان کی اکثریت ہے وہاں اپنی فقہ نافذ کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو نافذ کیا ہے۔ والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی ایک مرتبہ ایرانی حکومت کی دعوت پر وزٹ کے لیے ایران گئے تھے۔ تہران کے علاوہ انہیں کئی اور جگہوں کا وزٹ کروایا گیا۔ والد محترمؒ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل تشیع ہم پر بازی لے گئے۔ انہیں یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے تصور کے مطابق ایک اسلامی حکومت قائم کر دی جبکہ ہم اہل سنت پوری دنیا بالخصوص پاکستان میں سُن ہو کر پڑے ہوئے ہیں۔ اکثریت میں ہونے کے باوجود دنیا کے کسی ملک میں اللہ کا دین وشریعت قائم نہ کر سکے۔ والد محترمؒ نے ایران کے روحانی پیشوا خامنہ ای سے ملاقات میں اُن سے پوچھا تھا کہ ایران میں غیر شیعہ حضرات (یعنی سنیوں) کے لیے آپ نے کیا کیا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ Law of the Land تو ہمارا فقہ جعفریہ کے مطابق ہے۔ لیکن ان کو پرائیویٹ معاملے میں ہم نے آزادی دے رکھی ہے کہ وہ اپنی فقہ کے مطابق معاملہ چلائیں۔ اس پر والد محترمؒ کو بڑا اطمینان ہوا اور ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس طرح سے ہر اسلامی ملک میں یہ مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ شیعہ سنی (جن کے اندر بھی بے شمار Shades ہیں) کی تقسیم آج کی نہیں ہے، بلکہ یہ صدیوں سے چلی آتی ہے۔ یہ اختلافات اب ختم نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ کہ ایک رائے یہ ہے کہ فقہ جعفریہ اور اہل سنت کی دیگر فقہوں میں کوئی بہت بڑا فرق نہیں ہے۔ دین کے قانونی و عملی معاملات کے حوالے سے دونوں میں کوئی

بنیادی نوعیت کا فرق نہیں ہے۔ ہاں سنیوں اور شیعوں کے مذہبی عقائد وتصورات میں قابل ذکر فرق موجود ہے، فقہی مسائل میں تو اہل سنت کے چاروں اماموں کے درمیان بھی تھوڑا تھوڑا فرق رہا ہے، یہ محض فروعات کا اختلاف ہے۔ یہ اختلاف اگر اس انداز سے ہو کہ ایک دوسرے کو برداشت کیا جائے تو یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اختلافِ رائے لازم ہے اور یہ انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ تاہم دین کے اہم ترین معاملات اور دین کی بنیادوں میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔ اس تناظر میں پاکستان میں اہل سنت غالب اکثریت میں ہیں۔ چنانچہ والد صاحبؒ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ جس ملک میں جس مسلک کے لوگ غالب اکثریت میں ہوں وہاں ان کی فقہ نافذ کر دی جائے۔ یعنی اکثریتی مسلک کی فقہ کو Law of the Land قرار دیا جائے۔ اور باقی مسالک کو اپنے پرائیویٹ معاملے میں اپنی اپنی فقہ کے مطابق عمل کی آزادی ہو۔ وہ اپنی تمام عبادات، (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور نکاح وطلاق کے معاملات اپنی فقہ کے مطابق کریں۔ ہر اسلامی ملک میں جس فقہ کے لوگ اقلیت میں ہیں وہ ذہناً قبول کریں کہ یہاں پر اسلام آئے گا تو اکثریتی مسلک کی فقہ کو Law of the land کا مقام حاصل ہوگا، جو بہرحال اسلام سے باہر نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اس کی چھتری کے نیچے محفوظ اور پرسکون ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ نہیں ہوگا تو سیکولر نظام ہوگا، طاغوتی اور کافرانہ نظام ہوگا، جو کسی صاحب ایمان کو گوارا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہی ایک راستہ ہے ورنہ ہمارے اس اختلاف سے فائدہ اُٹھا کر اسلام دشمن قوتیں کامیاب رہیں گی کہ کسی ملک میں بھی حقیقی اسلام آ ہی نہ سکے۔ لہٰذا ہم اگر مل کر اسلام کو قائم کرنے کے لیے اس اُصول کو جو ایران نے اختیار کیا ہے اپنائیں تو اسلامی نظام کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی نے اپنی تصنیف ''شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت واہمیت'' میں اس بات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

سوال: سانحۂ راولپنڈی کے تناظر میں یہ بتائیے کہ فرقہ وارانہ نفرت اور اشتعال انگیزی کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے۔ ہمارا سیکولر طبقہ ایسے واقعات کو بہت زیادہ ہوا دیتا ہے اور بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔ جو کچھ راولپنڈی میں ہوا کسی کو پسند نہیں اور یقیناً جو کچھ کوئٹہ میں ہوا تھا وہ بھی انتہائی قابل مذمت کام تھا۔ دونوں اطراف سے یہ تشدد کیسے ختم ہو سکتا ہے؟

حافظ عاکف سعید: اس وقت ملک کے اندر ایسی بہت سی قوتیں ہیں جو ملک کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے لیے کام کر رہی ہیں۔ دہشت گردی کے واقعات الگ چل رہے ہیں۔ لیکن یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس کو نہ روکا گیا تو یہ بڑھتا رہے گا۔ یہ ہر سال کا مسئلہ ہے۔ یہ صرف باہر کا نہیں اندر کا مسئلہ بھی ہے۔ اس کو اندرونی طور پر کنٹرول کریں گے تو پھر باہر والوں کو بھی موقع نہیں ملے گا کہ اس کی آڑ میں کچھ کر سکیں۔ اسی لیے میں سمجھتا ہوں کہ مختلف اطراف سے یہ جو آوازیں اُٹھ رہی ہیں وہ بہت مناسب ہیں کہ مسلکی عبادات اور رسومات کی ادائی ہر مسلک والے اپنی ہی عبادت گاہوں میں یا اپنی مخصوص چار دیواری میں کریں۔ عید کا معاملہ مختلف ہے، وہ تو سب کا مشترکہ تہوار ہے۔ شرپسند عناصر اختلاف کو بڑھا چڑھا کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں اور اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت شرپسند عناصر دنیا میں چھائے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑا شرپسند خود امریکہ ہے۔ چنانچہ جب اس طرح کے معاملات ہوتے ہیں تو ان کے لیے آسانی ہوتی ہے کہ وہ تیلی لگا کر اس آگ کو بھڑکا دیں۔ چنانچہ اس کا حل یہی ہے کہ مسلکی قسم کی عبادات اور رسومات ہر مسلک کے لوگ اپنی اپنی عبادت گاہوں یا چار دیواری کے اندر کریں۔ اُصولی طور پر یہ بات طے ہونی چاہیے۔ یہی مسئلے کا سب سے بڑا حل ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے قانون کا پورا ڈھانچہ وہی چل رہا ہے جو انگریز چھوڑ کر گیا تھا اور وہ انتہائی گلا سڑا ہے۔ چنانچہ قانون بن جاتے ہیں لیکن ان کی تنفیذ نہیں ہوتی۔ ایک تو قانون سازی Proper ہو۔ صحابہ کرامؓ، اہل بیتؓ اور ازواج مطہراتؓ کی کسی بھی درجے میں توہین کرنے پر سخت ترین سزائیں ہوں اور پھر عملاً اُن کا نفاذ بھی ہو۔ ہر نیا قانون پولیس کے لیے رشوت کا ایک اور موقع فراہم کر دیتا ہے الا ماشاءاللہ۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ قانون بھی بنائیں اور مؤثر طور پر اس کی تنفیذ بھی کریں یعنی مجرموں کو سامنے لایا جائے، انہیں سخت سزا دی جائے۔ اس کے بغیر حالات نہیں سنوریں گے۔ اس کے علاوہ واعظین اور ذاکرین کی اشتعال انگیز تقاریر سے بھی معاملات بگڑتے ہیں۔ شیعہ سنی اختلاف نیا نہیں، یہ قیام پاکستان سے پہلے انگریز کے دور میں بھی موجود تھا، مگر اُس دور میں ایسے جھگڑے نہیں ہوتے تھے۔ یہ اختلاف جو فساد بن گیا ہے، اس کے اندر عالمی قوتوں کا بھی حصہ ہے۔ ہمیں اس کا شعور ہونا چاہیے۔ ہمیں خود اس بات کا احساس کرتے ہوئے دونوں طرف کے علماء کو مل کر ایسی پلاننگ کرنی چاہیے کہ تصادم کی نوبت نہ آئے۔ چنانچہ اشتعال انگیز تقاریر یا منافرت پھیلانے والے رسائل پر سختی سے پابندی ہونی چاہیے۔ اسی طرح اسلحہ کی نمائش نہ ہو۔ اگر ان چیزوں کا لحاظ رکھا جائے تو فرقہ وارانہ فسادات میں خاطر خواہ کمی آ سکتی ہے۔

[مرتب: فرقان دانش]

☆☆☆

رفقاء و ذمہ داران نوٹ فرما لیں کہ

تنظیم اسلامی کے تحت اس ماہ کے وسط میں ہونے والے دو تربیتی اجتماعات کا مقام قرآن اکیڈمی (لاہور) سے تبدیل کر کے مسجد بنت کعبہ کیا گیا ہے۔

نئے شیڈول کے مطابق ان شاءاللہ العزیز

مسجد بنت کعبہ 866-N سمن آباد پونچھ روڈ لاہور'' میں

8 تا 14 دسمبر 2013ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

اور

13 تا 15 دسمبر 2013ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء ونقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 37520902، 0333-4273815

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638
0332-4178275

سوال تو ریاست کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے پر اُٹھنا چاہیے

محمد نذیر یٰسین
naziryasin@yahoo.com

جماعت اسلامی کے امیر سید منور حسن نے امریکی جنگ کی خاطر جان بحق ہونے والے پاک فوج کے جوانوں کے شہید ہونے یا نہ ہونے کے حوالہ سے جو سوال اٹھایا ہے، اس سے بھی زیادہ اہم اور بنیادی سوال تو پاکستانی ریاست کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا ہے۔ شہادت کے معاملے کا فیصلہ تو قیامت کے روز اللہ رب العزت ہی کریں گے مگر کسی ریاست کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ ہم اس دنیا میں ہی بآسانی کر سکتے ہیں۔

ایک اسلامی ریاست، دین اللہ کے احکامات کی مکمل پابند ہوا کرتی ہے۔ کیا ہماری ریاست میں دین اللہ کی ذرا بھی پابندی ہو رہی ہے؟ کیا ہماری پارلیمنٹ، دین اللہ کے مطابق قانون سازی کر رہی ہے؟ کیا ہمارے عدالتیں شرعی قوانین کے مطابق تمام فیصلے سنا رہی ہیں؟ کیا ہماری انتظامیہ ہر حکم جاری کرتے ہوئے، اسلامی حدود و قیود کا خیال رکھ رہی ہے؟ کیا ہمارے ملک کا چوتھا ستون ''صحافت''، اسلامی شعائر و اقدار کی پاسداری کر رہا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر پاکستانی ریاست کو اسلامی ریاست قرار دینا، خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ یورپی یونین کی خوشنودی کے لئے سزائے موت کے مروجہ قانون کو ایک عرصہ سے معطل رکھ کر مجرموں کو کھلی چھٹی اور مظلوموں کو انصاف سے محروم کر رکھا ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں سود، جوے، نارواٹیکسوں، کرپشن، اقربا پروری اور فحاشی وغیرہ اجتماعی جرائم کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی مگر ہمارے ملک میں یہ سب کام کھلے عام اور ریاست کے زیر سایہ ہو رہے ہیں اور کوئی پوچھنے اور روکنے والا ہی نہیں۔

ایک اسلامی ریاست، فلاحی ریاست ہوتی ہے جس کے شہریوں کی بنیادی ضروریات (روٹی، کپڑا، مکان، انصاف اور صحت وغیرہ) ریاست کے ذمے ہوتی ہیں مگر یہاں تو ظلم، ناانصافی، مہنگائی اور بے روزگاری کی وجہ سے لوگ نہ صرف خودکشیاں کر رہے ہیں بلکہ بے شمار گھروں کے چولہے بھی ٹھنڈے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جب ان تمام ناانصافیوں کے ذمہ دار اس ریاست کے کرتا دھرتا ہی ہیں تو پھر حکومت اور ریاست کو جدا جدا قرار دے کر عوام کو کب تک بے وقوف بنایا جا سکتا ہے؟

ایک اسلامی ریاست اپنے شہریوں کو بیرونی حملہ آوروں سے بچانے کا فریضہ بھی احسن طریقے سے سرانجام دیتی ہے مگر یہ ریاست پاکستان ہے جس کے تعاون سے نہ صرف اپنے ہی شہریوں پر ڈرون حملے ہو رہے ہیں بلکہ وہ اپنے بے شمار شہریوں کو خود گرفتار کر کے امریکا کے حوالے کر چکی ہے؟ عافیہ صدیقی کا کیس تو صرف ایک مثال و علامت ہے۔ ایک اسلامی ریاست، دینِ اسلام اور اُمت مسلمہ کے مفادات کی محافظ و نگہبان ہوا کرتی ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بھرپور تعاون سے افغانستان کی اسلامی حکومت کو ختم کیا گیا، افغان قوم کو غلام بنایا گیا اور لاکھوں افغانیوں کو شہید کیا گیا ہے؟ یہ ایک ایسا قومی جرم ہے جس کی تلافی کئی دہائیوں تک ہو سکے گی اور نہ ہی قدرت ہمیں معاف کر سکے گی۔

> **پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے فوری طور پر سود، جوئے اور جاگیرداری نظام کا خاتمہ ناگزیر ہے**

ہمارے ملک میں آئے روز کسی نہ کسی آفت کا نزول، اسی قومی جرم کا وبال نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ کیا فوج سمیت ریاست کے کارپردازوں نے آج تک اس قومی جرم پر چند حروفِ ندامت ادا کرنے کی زحمت گوارا کی ہے؟ اُلٹا یہ لوگ آج بھی امریکا کا اتحادی ہونے پر نہ صرف اظہارِ تفاخر کرتے ہیں بلکہ اپنے ہی ہاتھوں لگائی جنگ کی آگ میں ہزاروں پاکستانیوں کی قربانی کا کریڈٹ لیتے اور معیشت کو اربوں ڈالرز کے نقصان کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ اگر حکومت اور فوج کو اپنی غلطیوں کا ذرا بھی احساس ہوتا تو وہ پرویز مشرف کو بچانے کی بجائے اس کی بداعمالیوں اور قومی جرائم کی سزا دلانے میں ممد و معاون ثابت ہوتی۔ اگر طالبان کے نام سے موسوم کئے جانے والے عسکریت پسند گروہ ریاستی آئین و قانون کے باغی ہیں تو ہمارے سیاسی اور عسکری حکمرانوں نے آئین و قانون کی پاسداری کی کون سی اعلیٰ یا ادنیٰ مثال قائم کی ہے؟ پاک فوج کو متعدد بار ملک میں حکمرانی کا موقع ملا مگر اس نے ملک کو ایک اسلامی و فلاحی ریاست بنانے کے لئے کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے؟ کیا ظالم سرمایہ داروں و جاگیرداروں کا محاسبہ کیا گیا یا اُنہیں اپنی حکومتوں کے دوام و استحکام کے لئے بیساکھیوں کے طور پر استعمال کیا گیا؟

حقیقت یہ ہے کہ پاکستانی قوم اور اس کے تمام ادارے منافقت کے موذی مرض کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس منافقت کو دو عملی بھی کہا جاتا ہے اور دو کشتیوں کے مسافر کے متعلق مثل مشہور ہے کہ وہ بالآخر ڈوب کر رہتا ہے۔ ڈبل گیم خواہ امریکا سے ہو یا پاکستانی عوام سے، بالآخر ریاست کے لئے تباہ کن ثابت ہو گی۔ پاکستانی قوم اور ریاست کی بقا کا اولین تقاضا ہے کہ ہمیں ہر سطح پر خلوص نیت، یکسوئی اور ایمانداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے درج ذیل حقائق کا جلد از جلد ادراک کر لینا چاہئے۔

1 پاکستان کو امریکا، مغرب اور آئی ایم ایف وغیرہ کی غلامی سے نجات دلائے بغیر ہماری خودمختاری اور ترقی و خوشحالی کا خواب ہرگز شرمندہ تکمیل نہیں ہو سکتا۔

2 پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے فوری طور پر سود، جوئے اور جاگیرداری نظام کا خاتمہ ناگزیر ہے۔

3 عوام کو ٹیکسوں کے ناروا بوجھ سے نجات دلا کر زکوٰۃ و عشر کے نظام کا قیام اور سستے و جلد انصاف کی فراہمی کے لئے عدالتی نظام کو شرعی قوانین کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ

فرقان دانش

قائداعظم کی شخصیت

بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو تاریخ کا دھارا بدل دیتے ہیں اور ایسے لوگ تو اور بھی کم ہوتے ہیں جو دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک محمد علی جناحؒ ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ آل انڈیا مسلم لیگ کے لیڈر تھے جن کی قیادت میں پاکستان نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی۔ آپ پاکستان کے بانی اور پہلے گورنر جنرل تھے۔

1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد برصغیر کے حالات میں جو تبدیلی پیدا ہوئی تھی اُس کے لازمی و منطقی نتیجے کے طور پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی کہ اب کم از کم مستقبل قریب میں انگریز کی غلامی سے نجات کا حصول کسی عسکری جدوجہد کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ اور اس کے لیے نہ کوئی داخلی بغاوت مفید ہو سکتی ہے نہ خارجی مداخلت بلکہ آزادی کی کوئی جدوجہد اگر ممکن ہے تو صرف قانونی اور آئینی ذرائع سے! ان حالات میں مسلمانوں کو ایک ایسے قائد کی ضرورت تھی جو انگریزوں کی اجتماعی نفسیات سے بھی کما حقہ واقف ہو اور اُن سے اُن کی زبان اور محاورے میں گفتگو کر سکے، برطانوی پارلیمانی سیاست کے پیچ وخم اور اسرار و رموز سے بھی پوری طرح آگاہ ہو اور آئینی و قانونی جنگ لڑنے کی صلاحیت و مہارت سے بھی بدرجۂ اتم مسلح ہو۔ مسلمانانِ ہند کے قائدِ وقت کے لیے دوسرا لازمی وصف یہ درکار تھا کہ وہ ہندوؤں کی ذہنیت کو اچھی طرح جانتا ہو اور اُن کے احساسات و جذبات اور مقاصد و عزائم کا علم اُسے بالواسطہ نہیں بلاواسطہ ذاتی تجربہ کی بنا پر حاصل ہوا ہو، نیز وہ اُن کے مخصوص طریقۂ واردات سے بھی پوری طرح واقف ہو اور اُن کے رموز و اشارات کو بھی خوب سمجھتا ہو۔

کون نہیں جانتا کہ اِن دونوں شرائط پر پورا اُترنے والا شخص محمد علی جناح کے سوا کوئی نہیں تھا، جس نے انگلستان میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور وہاں قیام کے دوران انگریزوں کی نفسیات کا بھی گہرا مطالعہ و مشاہدہ کیا اور پارلیمانی طور طریقوں کو بھی خوب سمجھا اور اِس طرح گویا انگریزوں سے اُن ہی کے ہتھیاروں کے ساتھ جنگ کرنے کی صلاحیت حاصل کی۔ پھر تیس برس کی عمر میں 1906ء سے انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ کام کرنا شروع کیا تو یہ تعلق پورے چودہ سال تو بھرپور انداز میں جاری رہا (قائداعظم نے کانگریس سے علیحدگی 1920ء کے ناگپور سیشن کے دوران اختیار کی تھی!) اِس کے بعد بھی لگ بھگ آٹھ برس وہ ہندو مسلم اتحاد کے سفیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور اصلاً اسی عرصہ کے دوران اُن پر ہندو ذہنیت کا انکشاف ہوا۔

ابتدائی حالات

قائداعظم 25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد گرامی پونجا ایک سوداگر تھے۔ پونجا چونکہ جسمانی طور پر کمزور تھے اور گجراتی زبان میں دبلے پتلے انسان کو ''جینا'' کہتے ہیں۔ اس لیے بعد میں یہی جینا لفظ جناح میں تبدیل ہو گیا اور قائداعظم محمد علیؒ کے نام کا بھی حصہ بن گیا۔ محمد علی جناح نے جب ابتدائی تعلیم کراچی میں مکمل کر لی تو اُن کے والد پونجا جناح نے انہیں مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے انگلستان بھیج دیا۔ محمد علی جناح 1893ء میں انگلستان گئے۔

اعلیٰ تعلیم

انگلستان میں قانون کی تعلیم کے لیے انہوں نے ''لنکنز ان'' (Lincolns Inn) میں داخلہ لے لیا۔ یہاں داخلے کی وجہ قائداعظم نے ایک موقع پر خود یہ بیان کی کہ ''اِس ادارے کی دیوار پر دنیا کے ممتاز قانون دانوں کے ناموں کی فہرست لگی تھی جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سب سے اُوپر تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے اِس ادارے میں داخلے کا فیصلہ کیا۔''

انگلستان جا کر اُن میں ایک بڑا آدمی بننے کا شوق پیدا ہوا۔ وہ اپنا زیادہ وقت پڑھائی میں صرف کرنے لگے۔ شدید محنت کے بل پر انہوں نے اپنا امتحان دو سال میں پاس کر لیا۔ اس طرح تقریباً انیس برس کی عمر میں بیرسٹر کہلانے والے وہ سب سے کم عمر ہندوستانی تھے۔ وہ قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ہندوستان واپس آ گئے، اور بمبئی شہر میں وکالت شروع کر دی۔ آغاز میں انہیں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ اُن کے استقلال نے ان ناکامیوں کو کامیابیوں میں تبدیل کر دیا اور جلد ہی محمد علی جناح کا شمار نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا کے عظیم ترین قانون دانوں میں کیا جانے لگا۔

عملی سیاست

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے جب اپنی عملی سیاست کا آغاز کیا تو شروع میں وہ ہندوستان کی بڑی سیاسی جماعت کانگریس میں شامل ہو گئے۔ لیکن جلد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ کانگریس کے پیشِ نظر صرف ہندوؤں کا مفاد ہے، مسلمان اس کے نزدیک درخورِ اعتنا نہیں ہیں۔ چنانچہ قائداعظم نے اس تلخ حقیقت کے احساس کے بعد کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی اور پھر ہندوستان کے مسلمانوں کی سب سے بڑی اور نمائندہ جماعت مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ یہ قائداعظم ہی کی ذات تھی کہ جنہوں نے مسلم لیگ کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کیا اور مسلمانوں کو ایک مرکز پر مرتکز کیا۔ انہوں نے پاکستان کا مطالبہ انگریزوں کے سامنے یہ کہہ کر پیش کیا کہ ہندوستان میں ایک نہیں بلکہ دو قومیں بستی ہیں، لہٰذا ہندوستان کو دو خود مختار مملکتوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔

مسلم لیگ اُس وقت تک کوئی عوامی جماعت تھی ہی نہیں، بلکہ کچھ خواص (elite) درجے کے لوگوں مثلاً نوابوں اور نواب زادوں کی جماعت تھی۔ لیکن 1930ء کے خطبۂ الٰہ آباد میں علامہ اقبال نے اس میں احیائے اسلام کا انجکشن لگا کر مثبت جذبہ پیدا کیا اور اس نے ایک عوامی جماعت کی حیثیت اختیار کر لی۔

اس کے بعد یہی انجکشن علامہ اقبال نے لندن میں مسٹر محمد علی جناح کے ذہن و فکر میں لگایا۔ لندن میں تین گول میز کانفرنسیں ہوئی تھیں۔ محمد علی جناح پہلی اور دوسری کانفرنس میں تو شریک تھے لیکن تیسری کانفرنس جو

1932ء میں ہوئی اس میں شریک نہیں ہوئے، اس لیے کہ وہ سیاست کو خیر باد کہہ کر انگلستان میں قانون کی پریکٹس کر رہے تھے۔ علامہ اقبال اس میں شریک ہوئے تو انہیں لندن میں محمد علی جناح سے ملاقاتیں کرنے اور گفتگوئیں کرنے کا موقع ملا۔ ان ملاقاتوں کے نتیجے میں علامہ اقبال نے محمد علی جناح کے ذہن وفکر کے اندر یہ انجکشن لگایا کہ آپ اسلام کے احیاء کی بات کریں، یہ چیز مسلمانوں کے جذبات کے اندر گرمی اور حرارت پیدا کرے گی۔ اسی سے پھر محمد علی جناح کے مزاج میں ایک تبدیلی آئی اور 1934ء میں وہ ہندوستان واپس آ گئے اور انہیں مسلم لیگ کا تاحیات صدر بنا دیا گیا۔

قائداعظم کا تصورِ پاکستان

محمد علی جناح نے 1937ء سے لے کر 1947ء تک پورے دس برس اسلام کی قوالی کی۔ یعنی دس برس تک مسلسل تکرار کے ساتھ صرف اسلام کی بات کی کہ ہمیں اسلام چاہیے، ہم اسلامی تہذیب، اسلامی قوانین چاہتے ہیں جو ہندو قوانین سے یکسر الگ ہیں۔ اسلام صرف ہمارا مذہب نہیں ہے، بلکہ دین، نظامِ حیات ہے، جو زندگی کے تمام معاملات پر حاوی ہے۔ اس چیز نے مسلمانوں کے اندر ایک ولولہ تازہ پیدا کر دیا۔ جیسے اقبال نے کہا:

اِک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمر قند

اب محمد علی جناح کی زبان سے جب یہ آواز بلند ہوئی جو مسلمانوں کے دلوں کی آواز اور ان کی روح کی پکار تھی تو سب نے اس پر لبیک کہا اور اب مسلم لیگ ایک عوامی جماعت بن گئی اور محمد علی جناح اب ''قائداعظم'' قرار پائے۔

نظریۂ پاکستان' اسلام اور خلافت راشدہ کے مفہوم میں احیائے اسلام' اس کے خالق اقبال ہیں، اور یہ بات قائداعظم محمد علی جناح تک پہنچانے والے بھی اقبال ہی تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے جب اسلام کا راگ الاپا اور قوالی کی تو اس کے نتیجے میں قوم کو 'حال' آ گیا۔ اس دوران میں دعائیں بھی بہت مانگی گئیں اور نعرہ لگایا گیا: ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ''۔

1937ء سے 1947ء تک قائداعظم نے اسلام کا جو راگ الاپا ہے اس پر ان کے ایک سو اقتباسات (quotations) موجود ہیں۔ ان دس سالوں کے دوران انہوں نے اپنی تقاریر میں برملا کہا ہے کہ ہمارا قانون' ہمارا نظام' بلکہ ہماری ہر شے اسلام کے مطابق ہوگی۔ ان کے علاوہ ان کی تقاریر کے چالیس اقتباسات اور بھی ہیں جو ان کی پاکستان بننے کے بعد کی تقاریر سے ماخوذ ہیں جن میں انہوں نے اسلام ہی کی بات کی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں کا سیکولر حلقہ ان کی صرف ایک تقریر کے چند الفاظ کو ان کے باقی تقریباً ڈیڑھ سو خطابات پر حاوی قرار دے کر اسے دستورِ پاکستان کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔ یہاں پر قائداعظم محمد علی جناح کی تقاریر کے دو حوالے پیش خدمت ہیں، جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ مسٹر محمد علی جناح بول رہے ہیں یا مولانا محمد علی جناح خطاب فرما رہے ہیں! 11 جنوری 1938ء کو ''گیا'' ریلوے سٹیشن (بہار) پر ایک بہت بڑے مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرا کر فرمایا:

''آج اس عظیم الشان اجتماع میں آپ نے مجھے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانے کا اعزاز بخشا ہے۔ یہ جھنڈا درحقیقت اسلام کا جھنڈا ہے' کیونکہ آپ مسلم لیگ کو اسلام سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ بہت سے لوگ بالخصوص ہمارے ہندو دوست ہمیں غلط سمجھے ہیں۔ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں یا جب ہم کہتے ہیں کہ یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم مذہب کو سیاست میں گھسیٹ رہے ہیں' حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم فخر کرتے ہیں۔ اسلام ہمیں مکمل ضابطۂ حیات دیتا ہے۔ یہ نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ اس میں قوانین' فلسفہ اور سیاست سب کچھ ہے۔ درحقیقت اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی ایک آدمی کو صبح سے رات تک ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں تو ہم اسے ایک کامل لفظ کی حیثیت سے لیتے ہیں۔ ہمارا کوئی غلط مقصد نہیں' بلکہ ہمارے اسلامی ضابطہ کی بنیاد آزادی' عدل ومساوات اور اخوت ہے''۔

اس کے بعد 6 مارچ 1946ء کو فرماتے ہیں:

''ہمیں قرآن پاک' حدیث شریف اور اسلامی روایات کی طرف رجوع کرنا ہوگا جن میں ہمارے لیے مکمل رہنمائی ہے' اگر ہم ان کی صحیح ترجمانی کریں اور قرآن پاک پر عمل پیرا ہوں''۔

یہاں پر قائداعظم محمد علی جناح کی تقاریر کی چند شہ سرخیاں بھی پیش خدمت ہیں:

6 جون 1938ء: ''مسلم لیگ کا جھنڈا نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا ہے''۔

22 نومبر 1938ء: ''اسلام کا قانون دنیا کا بہترین قانون ہے''۔

8 اپریل 1938ء' اسٹار آف انڈیا: ''ملتِ اسلامیہ عالمی ہے''۔

7 اگست 1938ء: ''مَیں اوّل وآخر مسلمان ہوں''۔

9 نومبر 1939ء: ''مغربی جمہوریت کے نقائص''۔

14 نومبر 1939ء: ''انسان خلیفۃ اللہ ہے''۔

ٹائمز آف لندن' 9 مارچ 1940ء: ''ہندو اور مسلمان دو جداگانہ قومیں ہیں''۔

26 مارچ 1940ء: ''میرا پیغام قرآن ہے''۔

قوم نے احیائے اسلام کی پکار میں اُن کا ساتھ دیا، لیکن ایک طبقے کی طرف سے اُن کی اس آواز کا مضحکہ اڑایا گیا۔ اپنوں نے غیروں کی ہمنوائی کی۔ لیکن حضرت قائداعظمؒ کے مزاج کا سانچہ کچھ اس طرح ڈھل گیا تھا کہ وہ لچک کھانا جانتے ہی نہ تھے۔ ''ناممکن'' کا لفظ ان کی لغت میں شامل ہی نہ تھا۔ انہوں نے حصول پاکستان کے لیے ان تھک جدوجہد کی۔ ان کی کوششوں میں خلوص کی وجہ سے قدرت نے بھی آپ کی بھرپور مدد فرمائی۔ غیروں کی مخالفت اور اپنوں کی بیگانگی کے باوجود پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

وفات

11 ستمبر 1948ء کے دن دنیائے اسلام کی یہ عظیم ترین شخصیت اپنے آخری سفر پر روانہ ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بیماری کا علم 1940ء (سالِ قرارداد پاکستان) میں ہو گیا تھا جب ان کے ایک پارسی ڈاکٹر نے ایکسرے لینے کے بعد انہیں بتایا تھا کہ ان کے دونوں پھیپھڑے بری طرح دق کا شکار ہیں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو آرام اور علاج کی طرف توجہ دے کر زندگی کے دن بڑھانے کی کوشش کرتا۔ قائداعظمؒ کا ردعمل اس کے برعکس تھا۔ انہوں نے فرمایا: ''ڈاکٹر! آج کے بعد نہ تو اس بیماری کا ذکر اپنی زبان پر لانا اور نہ ہی ایکسرے فلم کسی کو دکھانا۔ اسے آج ہی سربمہر کر دو''

☆☆☆

ربا کیس:

مرتب: عبداللہ

انسدادِ سود کے حوالے سے مزید پیش رفت اور کارروائی

سود اقتصادی زندگی کی خرابیوں کی جڑ ہے۔ چنانچہ اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے اور اُسے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ کہا ہے۔ سرمایہ دارانہ معاشی نظام کی ساری عمارت سود پر استوار ہے، جبکہ اسلام اس کا کلی انسداد کرنا چاہتا ہے۔ اسلام کے اقتصادی نظام میں سود کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ پاکستان جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا ہے، کا آئین یہ تقاضا کرتا ہے کہ ملک میں سود سے پاک اقتصادی نظام قائم کیا جائے، مگر ہماری حکومتوں نے اس جانب کوئی توجہ نہ دی۔ یہاں تک کہ 1991ء میں وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف تاریخ ساز فیصلے کے بعد اس کی تعمیل کی بجائے اُسے غیر موثر بنانے کے لئے اُس پر نظرِ ثانی کی اپیلیں دائر کی جاتی رہیں۔ سود کے کیس کو حال ہی میں بعض مخلص افراد اور تنظیم اسلامی نے دوبارہ سپریم کورٹ میں اُٹھایا ہے۔ دوسری جانب سود کے خلاف کام کرنے والے افراد اور اداروں کی کوششوں کو مربوط بنانے کی غرض سے تحریک انسدادِ سود کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ عدالتی سطح پر سود کے خلاف چارہ جوئی کرنے والے افراد، اداروں اور تنظیم اسلامی کی جانب سے اس سلسلہ میں گزشتہ دو تین ہفتوں میں جو پیش رفت ہوئی، ذیل میں اس کا مختصر احوال پیش کیا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں آئندہ بھی جو پیش رفت ہوگی، قارئین کو اُس سے مطلع کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ (ادارہ)

قرآن اکیڈمی لاہور کے شعبہ تحقیق اسلامی کے سربراہ حافظ عاطف وحید نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 14؍نومبر 2013ء میں شرکاء کو انسدادِ سود کے حوالے سے پیش رفت سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بتایا 2 نومبر 2013ء کو ملی مجلس شرعی کے تحت قرآن اکیڈمی میں مولانا زاہد الراشدی کی سرکردگی میں ایک میٹنگ ہوئی تھی، جس میں کافی تعداد میں لوگ شریک ہوئے تھے۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید، حافظ عاطف وحید، اوریا مقبول جان، امیر حمزہ، اور دیگر زعماء کے علاوہ عمر ابراہیم وڈیلو نے بھی اپنی اہلیہ کے ہمراہ اس میں شرکت کی۔ جناب امیر حمزہ کی جانب سے یہ رائے آئی کہ انسدادِ سود کے معاملہ کو ایک تحریک کا رنگ دیا جائے۔ مولانا عبدالرؤف فاروقی نے دوسری رائے دی کہ ملی مجلس شرعی کا اپنا فورم ہے، جو مخصوص مقاصد کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے انسدادِ سود کا کام کسی اور فورم کے تحت ہونا چاہئے۔ امیر حمزہ نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ انہوں نے تو تحریک برپا کرنے کا کام عملاً شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ خطاب جمعہ میں بھی اس کو موضوع بنایا جائے، سیمینار/کنونشن کئے جائیں۔ تمام علماء کو بلا کر اسلام آباد میں کنونشن منعقد کیا جائے۔

یہ بھی طے ہوا کہ اوریا مقبول جان اور حافظ عاطف وحید مل کر کورٹ میں دلائل کے حوالے سے اپنا مشترکہ لائحہ عمل بنائیں۔ اس نشست کی روداد مولانا زاہد الراشدی نے قلمبند کی ہے جو 7 نومبر کے روزنامہ پاکستان میں چھپی ہے۔

5 نومبر 2013ء کو فیڈرل شریعت کورٹ میں سماعت کے لئے حافظ عاطف وحید اسلام آباد گئے تھے۔ کورٹ روم میں خالد محمود عباسی بھی موجود تھے۔ لیکن ہمارے وکیل کوکب اقبال نہیں آئے۔ وڈیلو کے وکیل بھی نہ آئے تھے۔ اٹارنی جنرل کی عدم موجودگی کی بنا پر کورٹ نے دلائل نہیں سنے اور یہ فیصلہ کیا کہ تمام فریقوں کو دوبارہ نوٹس کے ذریعہ بلائیں گے' لہٰذا بغیر اگلی تاریخ مقرر کئے کیس کو adjurn کر دیا۔ اس موقع پر وکلاء کو بات کرنے کی ضرورت تھی لیکن وہ موجود نہیں تھے، اس لئے کوئی بات نہ کی جا سکی۔ عاطف صاحب نے وکیل سے رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ کسی اور کورٹ میں مصروف ہیں۔ وکیل کا خیال تھا کہ عدالت فی الحال ماہرین کی باتیں سنے گی۔ عاطف وحید نے کورٹ سے فارغ ہونے کے بعد کئی متعلقہ لوگوں سے گفتگو کی اور کیس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ اکثر لوگوں نے اس رائے سے اتفاق کیا کہ اس معاملہ کو سپریم کورٹ میں اٹھایا جانا چاہیے۔

9 نومبر کو ڈاکٹر محمد امین کی call پر مفتی محمد خان قادری کے مدرسے میں ایک میٹنگ ہوئی۔ میٹنگ میں حافظ عاطف وحید اور ڈاکٹر محمد امین کے علاوہ علامہ خلیل الرحمٰن قادری اور حافظ محمد سعید (امیر جماعۃ الدعوۃ) کے بھائی حافظ مسعود بھی شریک ہوئے۔ یہ طے ہوا کہ ابھی تک جو جوابات تیار کئے گئے ہیں، ان کو علماء کے سامنے رکھا جائے اور ان کی تائید لے کر ایک مشترکہ جواب بنایا جائے۔ عاطف وحید نے اسلامک یونیورسٹی کے اساتذہ کے ساتھ مل کر جو جواب انگریزی زبان میں تیار کیا ہے اس کو مختصر کر کے اردو ترجمہ کروایا جائے اور اس پر اتفاق حاصل کیا جائے۔ ترجمہ کا کام امیر تنظیم اسلامی کے اسسٹنٹ محمد خلیق کو دے دیا گیا ہے۔ اس موقع پر یہ بھی طے ہوا کہ جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن سے بھی ملاقات کی جائے۔

12 نومبر بروز منگل کو منصورہ میں جماعت اسلامی نے سیمینار منعقد کیا۔ صدارت لیاقت بلوچ کے ذمہ تھی۔ وہ اپنی مصروفیت کی بنا پر شروع ہی میں خطاب کر کے چلے گئے۔ سیمینار میں ان کے علاوہ مولانا عبدالمالک، مولانا زاہد الراشدی، فرید پراچہ، شیخ یعقوب، میاں محمد اکرم، پیر مظفر شاہ' سرفراز احمد خان' ڈاکٹر محمد امین' آئی اے فاروق اور حافظ عاطف وحید نے بھی شرکاء سے خطاب کیا۔ حافظ عاطف کی تجویز پر اجلاس کے شرکاء نے یہ قرارداد منظور کی کہ ہمیں اس پر تشویش ہے کہ اس انتہائی اہم دینی و ملی معاملے کے حوالے سے کورٹ نے بغیر اگلی تاریخ مقرر کئے غیر معینہ مدت کے لئے معاملے کو التوا میں ڈال دیا ہے اور آئندہ کے لئے اربابِ اختیار کو تنبیہ کی کہ ایسے تاخیری حربے کسی صورت قابل قبول نہیں ہوں گے! اس قرارداد کو منظور کر لیا گیا۔ مولانا عبدالمالک نے بتایا کہ انہوں نے بھی ایک جواب تیار کیا ہے۔

14 نومبر 2013ء ڈاکٹر محمد امین نے جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن سے ملاقات کا وقت لیا تھا۔ حافظ عاطف وحید صاحب نے ان سے ملاقات کی۔ جسٹس صاحب کا خیال ہے کہ اس کیس کو وفاقی شرعی عدالت ہی میں لے کر چلنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ جن نکات پر کیس ریمانڈ کیا گیا ہے، صرف ان پر بات ہونی چاہئے۔ جسٹس صاحب کے خیال میں اس کیس کے سپریم کورٹ میں قابل سماعت ہونے کے امکانات زیادہ روشن نہیں، تاہم اس کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے کیس کو لے کر چلنا پڑے گا۔ جسٹس صاحب سے پتہ چلا کہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے بھی کچھ مواد تیار کیا ہے۔

حافظ عاطف وحید کے مشورہ پر امیر تنظیم اسلامی نے 20 نومبر بروز بدھ کو بعد نماز مغرب اپنے آفس میں سپریم کورٹ کے وکیل رائے بشیر احمد سے ملاقات کی۔ دوران ملاقات رائے محمد بشیر نے اس کیس کے حوالے سے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ طے پایا کہ رائے بشیر اس کیس کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد تنظیم اسلامی کے کاؤنسل کی حیثیت میں سپریم کورٹ میں شریعت اپلیٹ بینچ 2001ء کے فیصلے کی منسوخی اور 1999ء کے فیصلے کی بحالی کے حوالے سے ایک کیس فائل کریں گے۔ جبکہ FSC میں پہلے دائر شدہ اپیل پر کارروائی جاری رکھی جائے گی۔

23 نومبر کو حافظ عاطف وحید نے محمد بشیر کے آفس جا کر بعض سابقہ فیصلوں کی نقول حاصل کیں جو عدالت کے سامنے ہمارے بیان کی تیاری کے لئے ضروری تھیں۔ رائے محمد بشیر اپنے چیمبر میں موجود نہ تھے۔ اس لئے اُن سے ملاقات نہ ہو سکی۔

☆ ☆ ☆

دعائے صحت کی اپیل

☆ امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور شرقی جناب قرۃ العین خان کا آپریشن ہوا ہے اور اس وقت ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

☆ ناظم بیت المال حلقہ لاہور شرقی جناب عبدالمنان کچھ دنوں سے علیل ہیں

اللہ تعالیٰ بیماروں کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین ندائے خلافت سے بھی اُن کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے

☆ ☆ ☆

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ ملاکنڈ تنظیم جار کے معتمد جناب لاہور خان کے والد وفات پا گئے

☆ تنظیم اسلامی کے رفیق سید احمد علی اور سید اسد علی کے والد محترم خالق حقیقی سے جا ملے

رفقاء واحباب اور قارئین سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت اور بلندیٔ درجات کی استدعا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

تنظیم اسلامی حلقہ آزاد کشمیر کے زیر اہتمام تین روزہ تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ آزاد کشمیر کے زیر اہتمام تین روزہ تربیتی پروگرام برائے امراء ونقباء باغ شہر میں منعقد ہوا۔ یکم تا 3 نومبر 2013ء تک جاری رہنے والی اس تربیتی نشست میں تنظیم اسلامی کے رہنماؤں ڈاکٹر عبدالسمیع، انجینئر نوید احمد اور جمیل الرحمٰن عباسی نے مختلف موضوعات پر لیکچرز دیئے۔ پروگرام کا آغاز یکم نومبر 2013ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر ہوا۔ حلقہ آزاد کشمیر کی تین تنظیموں مظفر آباد، باغ اور دھیر کوٹ کے امراء اور نقباء نے انجینئر نوید احمد سے اپنا اپنا تعارف کروایا۔ انجینئر نوید احمد نے شرکاء کو پروگرام کے شیڈول سے آگاہ کیا۔ جمیل الرحمٰن عباسی نے نماز مغرب سے قبل ''اخوت ومحبت مگر کیسے؟'' کے عنوان پر جبکہ نماز کے بعد ''نبویؐ طریق تربیت'' کے عنوان سے تفصیل سے گفتگو کی۔ نماز عشاء کی ادائی کے بعد جمیل الرحمٰن عباسی نے درس حدیث دیا۔ اگلے روز 2 نومبر کو اذانِ فجر سے قبل شرکاء نے تہجد کی نماز ادا کی فجر کی اذان کے بعد انجینئر نوید احمد نے دعائے استخارہ کے حفظ کے سلسلہ میں گروپ تشکیل دیئے اور دعائے استخارہ کا ترجمہ اور فضائل بیان کئے۔ نماز فجر کے بعد انجینئر نوید احمد نے سورۃ المجادلہ کی آیات 7 تا 11 کے درس میں نجویٰ کی حقیقت بیان کی۔ ناشتہ کے بعد صبح آٹھ بجے ڈاکٹر عبدالسمیع نے ''گھر کا نقیب'' کے عنوان سے شرکاء کو ان کی ذمہ داریاں نہایت عمدگی سے بتائیں۔ ڈاکٹر عبدالسمیع نے ''تنظیمی مجالس کا انعقاد'' کے عنوان سے امراء اور نقباء تک نہایت اہم معلومات پہنچائیں۔ جمیل الرحمٰن عباسی نے ظہر سے قبل ''مشاورت'' کے موضوع پر گفتگو میں مشاورت کے آداب، ضرورت واہمیت، فوائد اور طریقہ کار پر سیر حاصل بحث کی۔ نماز ظہر کی ادائی کے بعد ڈاکٹر عبدالسمیع نے ''اسلام، سیکولرازم اور میڈیا کا کردار'' کے عنوان سے ہوٹل باغ انٹرنیشنل میں لیکچر دیا۔ اس پروگرام میں اساتذہ وکلاء علماء اور طلبہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس کے بعد سوال وجواب کا سیشن ہوا۔ ڈاکٹر عبدالسمیع نے شرکاء کے بعض تیکھے سوالات کے جواب بھی نہایت اعتماد اور علمی انداز میں دیئے۔ تربیتی پروگرام کے شرکاء بھی اس پروگرام میں شریک رہے۔ بعد از نماز عصر انجینئر نوید احمد نے ''ٹائم مینجمنٹ'' کے عنوان سے ملٹی میڈیا کے ذریعے شرکاء کو اپنے وقت کو قیمتی بنانے اور ضائع ہونے سے بچانے کے بارے میں مفید معلومات فراہم کریں۔ بعد نماز مغرب انجینئر نوید احمد نے ''تقابل مناہج اقامت دین'' کے عنوان سے تفصیلی گفتگو کی۔ اس دن کے پروگراموں کا اختتام درس حدیث پر ہوا۔ یہ درس جو جمیل الرحمٰن عباسی نے دیا۔

پروگرام کے تیسرے دن 3 نومبر 2013ء کو نماز فجر کے بعد انجینئر نوید احمد سورۃ نور کے آخری رکوع کا درس دیا۔ صبح آٹھ بجے ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی نے ''حالات حاضرہ پر تنظیم اسلامی کا موقف'' کے عنوان سے تنظیم کا نقطۂ نظر شرکاء کے سوالات کی روشنی میں بیان کیا۔ یہ اس تربیتی پروگرام میں شریک نقباء کے لئے آخری ایونٹ تھا۔ جبکہ امراء کے ساتھ ناظم اعلیٰ کی نشست دن ایک بجے تک جاری رہی۔ ڈاکٹر عبدالسمیع اور انجینئر نوید احمد کی باغ آزاد کشمیر میں موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے باغ کی مقامی تنظیم نے حسب ذیل پروگرام ترتیب دیئے اور رفقائے تنظیم نے ان پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لئے بھر پور محنت کی۔

1 جامع مسجد اہل حدیث باغ میں یکم نومبر 2013ء کا خطبہ انجینئر نوید احمد نے ''دعوت وجہاد'' کے موضوع پر دیا۔ خطبہ کے آغاز ہی میں مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھر گئی تھی۔

2 مرکزی جامع مسجد باغ میں بعد نماز مغرب انجینئر نوید احمد نے سورۂ ال عمران کی چند آیات کی روشنی میں امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل پر گفتگو کی۔ لوگوں کی بڑی تعداد نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

3 2 نومبر 2013ء کو انجینئر نوید احمد نے سویڈش ٹیکنیکل کالج میں لیکچر دیا۔ تین سو سے زائد افراد نے اس گفتگو کو سماعت کیا۔ بعد ازاں ایک پرائیویٹ کالج سیرنگ میں بھی انجینئر نوید احمد نے لیکچر دیا۔ جس سے تقریباً دو سو حاضرین مستفید ہوئے۔

4 ''اسلام، سیکولرازم اور میڈیا کا کردار'' کے عنوان سے ڈاکٹر عبدالسمیع کے خطاب کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اسی روز موصوف نے مرکزی جامع مسجد میں ''رب ہمارا'' کے موضوع پر پُر مغز گفتگو کی، جس کے بعد سوال وجواب بھی کئے گئے۔

تنظیم اسلامی پاکستان کے مرکزی قائدین کے خطابات کے ذریعے اساتذہ، علماء اور وکلاء سمیت اعلیٰ علمی حلقوں تک تنظیم اسلامی کا پیغام پہنچا، اور تنظیم کے مقاصد سے انہیں آگاہی حاصل ہوئی۔

(مرتب: محمد ابراہیم)

Drone attacks and the Brennan doctrine

Ibn-e-Abdul Haque

Finally, the Obama administration admits US drone strikes kill civilians – yet demands we trust its say-so on who is a terrorist.

In remarks on Monday, US counter-terrorism adviser John Brennan admitted for the first time that US drones have killed civilians. "It is exceedingly rare, but it has happened," he said.

With his sources in the intelligence community, Brennan no doubt has more information about the number and identity of individuals killed than do journalists and lawyers who, in the last year, have documented hundreds of what they call "civilian deaths". But the discrepancy between Brennan's view and theirs is not about the facts; it is about definitions. Brennan would call "terrorists" many of the people whom the journalists and lawyers would say are civilians.

"Terrorists", whom the Obama administration may go after with lethal force, are not just people linked to the 11 September 2001 attacks, or active members of al-Qaida. According to Brennan, most of them are already dead:

"Al-Qaida has been left with just a handful of capable leaders and operatives."

Yet there are, according to Brennan, thousands of individuals the US can lawfully target in drone strikes. Under the hugely expansive definition he described Monday, the US can kill individuals across the globe. Brennan named potential targets not just in Pakistan and Yemen, but in Somalia, Nigeria and West Africa. The Obama "war on terror" may include groups like al-Qaida in the Islamic Maghreb, which Brennan described as attempting to "destabilize regional governments", and Boko Haram, a group that "appears to be aligning itself" with al-Qaida and is "increasingly looking to attack western interests in Nigeria". Moreover, the US can kill not just leaders and operatives, but individuals who "possess unique operational skills that are being leveraged in a planned attack".

The trouble with this definition of whom the US may target is not just its breadth, but its distance from any conventional interpretation of the laws of war. The rules on who can be targeted are complex and highly contested, especially in this context. But every formulation starts from the presumption that individuals who are not members of the armed forces are entitled to protection against intentional attack. As presumptive civilians, they can only be targeted for so long as they directly participate in hostilities, or, according to the international committee of the Red Cross, as members of an organized armed group with a "continuous combatant function".

Perhaps the Obama administration sees these rules as unworkable. Maybe it has chosen to sidestep ongoing debates within the legal community and newly interpret the rules according to the larger object and purpose of humanitarian law.

But Brennan pretended otherwise. He equated his broad definition of whom the US can kill to the targeting of "enemy leaders" in the Second World War. These wars are plainly not the same. The US shooting, for example, of Japanese General Yamamoto – the military architect of Pearl Harbor – is on a different legal and moral plane than the intentional killing of a civilian with "unique operational skills" employed in an "affiliate" attack against "regional governments".

Rhetorical leaps like Brennan's breed skepticism and doubt. The definition of who may be killed is not just about a rigorously reviewed kill list, but about whom the US can kill in "signature strikes" – individuals whose identities are unknown, who are targeted because they match intelligence-provided "signatures" – like "a tall man driving a blue car". The leading role of the CIA, an agency designed to operate in secret and without public accountability, adds worry. Yet Brennan did not mention the agency once in his lengthy remarks.

It remains unclear how the United States can reliably identify who it is killing in places like

Pakistan, with no US ground troops officially present and thus no opportunity to talk to witnesses or collect forensic evidence. Presumably, the US relies on local informants or covert agents. But in the "rare" cases of US mistakes, the government itself should make amends for the pain and loss to victims and families.

خلافت فورم

میرے گھر پر ڈرون حملے کے بعد خبر نشر ہوئی کہ ڈرون حملے میں 5 دہشت گرد مارے گئے۔
ہم ایک ڈرون طیارے سے نہیں ڈرتے تین آئیں تو خوفزدہ ہوتے ہیں۔
میرا شہید ہونے والا بیٹا حافظِ قرآن اور چھٹی جماعت کا ہونہار طالب علم تھا۔
بہت زیادہ لوگ میری عیادت کو آئے انہیں ملبہ دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ میں کیسے بچ گیا۔

حافظ محمد داؤد خان وزیر (سربراہ ڈرون متاثرہ خاندان)
سے ڈرون حملوں کی تباہ کاریوں کی سچی داستان تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ

www.tanzeem.org ”**خلافت فورم**“ کے خصوصی پروگرام میں دیکھیے
اور آئندہ شمارہ ندائے خلافت میں اس کی تلخیص ملاحظہ فرمائیے

مہمانانِ گرامی: حافظ محمد داؤد خان وزیر، ایوب بیگ مرزا
میزبان: وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

سیرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیرتِ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دلپذیر موضوع پر
بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے فکر کا نچوڑ

سیرت طیبہ پر ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے آخری خطابات کا مجموعہ

جو قبل ازیں قسط وار ہفت روزہ ندائے خلافت کے صفحات کی زینت بن چکا ہے

اب کتابی صورت میں چھپ کر آ گیا ہے

- عمدہ طباعت
- دیدہ زیب ٹائٹل
- صفحات: 240
- قیمت: 180 روپے

خود مطالعہ کیجیے
دوستوں کو تحفتاً پیش کیجیے

ملنے کا پتہ
مکتبہ خدام القرآن لاہور
قرآن اکیڈمی، 36 کے، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 03-35869501(042)
فیکس: 35834000(042) ای میل: maktaba@tanzeem.org
ویب سائٹ: www.tanzeem.org

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں ▪ تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ دسمبر 2013ء (صفر المظفر ۱۴۳۵ھ)

اہم مضامین

شیعہ سُنّی مفاہمت کیونکر؟	ایوب بیگ مرزا
اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضیت	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
دعوت و تبلیغ کی حکمت عملی	عتیق الرحمٰن قریشی
حکومت کی معزولی	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
انسان اور قوت تسخیر	سجاد مسعود قریشی
بیوی کے فرائض (شوہر کے حقوق)	بیگم ڈاکٹر عبدالخالق

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ”بیان القرآن“ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!
☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے
مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org